19

نشہ آور چیزیں، جوا کھیلنا اور مستقبل کی پیش گوئی کرنا

- آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دو ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑا ہے، اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ دو جو زائد ہو، ایسے ہی اللہ تمہارے لیے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور کرو (2:219)۔
- اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے نشہ اور اچھی غذا بھی بناتے ہو، اس میں لوگوں کے لیے نشانی ہے جو سمجھتے ہیں۔ (16:67)۔
- اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روکے، سو اب بھی باز آجاؤ۔ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور بچتے رہو، پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہی ہے۔ (92-5:90)

شراب کے فائدے اور نقصانات

نشہ آور چیز ایسی چیز ہے جو عقل کو دھندلا دیتی ہے۔ ان آیات میں رکھی گئی نشہ آور اشیا کی ممانعت میں نہ صرف شراب پینا بلکہ منشیات بھی شامل ہیں، جس کا ایسا ہی اثر ہوتا ہے۔ شراب یا عام طور پر، نشہ آور اشیا کا توازن صحت بخش روزی کے ساتھ کیا جاتا ہے، جو شراب کے مثبت اور منفی خصوصیات اور اثرات دونوں کو مد نظر رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ سورت قرآن مجید کے نشہ آور اشیا کی پابندی 91-90 :5 کے دس سال پہلے ہی نازل ہوئی تھی، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مذکورہ بالا پہلی آیت میں ان کی اخلاقی مذمت پہلے ہی درج ہے۔

نشہ آور اشیا کی اس ممانعت کی واحد استثناء شدید ضرورت کے معاملات میں پیدا ہوتی ہے، جہاں بیماری یا جسمانی حادثہ نشہ آور ادویات یا الکحل کو ناگزیر اور ضروری بنا دیتا ہے۔

مزید تفصیلات کے لئے ضمیمہ 1 دیکھیں۔

مستقبل کی پیش گوئی

تم پر مردار اور لہو اور سور کا گوشت حرام کیا گیا ہے اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو گلا دبا کر یا چوٹ سے یا بلندی سے گر کر یا سینگ مارنے سے مر گیا ہو اور وہ جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو مگر جسے تم نے ذبح کر لیا ہو، اور وہ جو کسی تھان (پرستش گاہوں) پر ذبح کیا جائے اور وہ (جن کے حصے) جوئے کے تیروں سے تقسیم کرو، یہ (سب کچھ) گناہ ہے، آج تمہارے دین سے کافر ناامید ہو گئے سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے، پھر جو کوئی بھوک سے بے تاب ہو جائے لیکن گناہ پر مائل نہ ہو تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔(5:3)

اسلام سے پہلے کے عربوں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ان کے لئے مستقبل کیا ہو سکتا ہے اس کے لئے بغیر کسی نقطہ اور بد عنوانی کے فرق کرنے والے تیروں کا استعمال کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ایسے تاریخی اشارے کی طرح معمول کے مطابق، اس کو استعاری طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مستقبل کو بتانے یا پیش گوئی کرنے کی ہر طرح کی کوششوں کی ممانعت ہے۔

بت پرستی کے عمل یہاں استعاراتی طور پر استعمال کیے جاتے ہیں اور اس کا مقصد بت پرست عبادت کے تمام طریقوں، جیسے سنت کے خلاف پوجا، جادو کی خصوصیات کو کچھ بے جان چیزوں سے منسوب کرنا، ہر طرح کے توہم پرست ممنوعات کی پابندی کرنا ہے۔

20

غذائی قوانین

حلال غذائیں

- **اے ایمان والو پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔(2:172)۔**
- **اے ایمان والو !عہدوں کو پورا کرو، تمہارے لیے چوپائے مویشی حلال ہیں سوائے ان کے جو تمہیں آگے سنائے جائیں گے مگر شکار کو احرام کی حالت میں حلال نہ جانو، اللہ جو چاہے حکم دیتا ہے۔(5:1)۔**
- **پھر تمہیں جو اللہ نے حلال طیب روزی دی ہے کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکر کرو اگر تم صرف اسی کو پوجتے ہو۔(16:114)۔**

رزق یا رزق کی اصطلاح انسان کے لئے اچھا اور مفید ہو سکتی ہے، چاہے وہ جسمانی فطرت (رزق کا ذریعہ) ہو یا دماغ کے دائرے سے تعلق رکھتی ہو (جیسے علت و معرفت) یا روح (جیسے عقیدے، احسان، اور صبر)۔ خدا نے انسان کو اعلی مقام سے نوازا ہے اور یہ چاہا ہے کہ انسان ان تمام چیزوں کو استعمال کرے جو رزق کے قابل ہو، اور یہ خود بخود اس کے تمام مظہروں کو حلال کر دے۔

وہ کھانا جس پر خدا کا نام لیا گیا ہو

سو تم اس (جانور) میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اگر تم اس کے حکموں پر ایمان لانے والے ہو۔ کیا وجہ ہے کہ تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ اس نے تم پر حرام کیا ہے ہاں مگر وہ چیز جس کی طرف تم مجبور ہو جاؤ، اور بہت سے لوگ بہکاتے ہیں اپنے خیالات کی بناء پر بے علمی میں، بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔(6:118-119)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں :لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا، اے خدا کے رسول !یہ لوگ ہیں جنہوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے اور وہ گوشت لاتے ہیں، اور ہم نہیں جانتے کہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت انہوں نے خدا کے نام کا لیا ہے یا نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا، تم خدا کے نام لو اور کھاؤ۔

شکار کرنا

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا چیز حلال ہے، کہہ دو تمہارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں، اور جو شکاری جانور جسے شکار پر دوڑنے کی تعلیم دو کہ انہیں سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تمہیں سکھایا ہے، سو اس میں سے کھاؤ جو وہ تمہارے لیے پکڑ رکھیں اور اس پر اللہ کا نام لو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔(5:4)۔

کوئی بھی جانور جو پالنے والے مویشیوں سے مشابہت رکھتا ہو جس میں وہ پودوں پر پلتا ہے اور شکاری جانور نہیں ہے وہ حلال ہے۔ خدا نے اس منصوبے کے مطابق اس کا اہتمام کیا ہے جس کا اس اکیلے کو ہی پورا پورا علم ہے۔ خدا کے نام لینے کے بعد چھوڑے جانے والے جانوروں کا شکار بھی حلال ہو گا جیسے کہ شکاری کتا، عقاب یا چیتا جنہیں خدا کا نام لیتے کے شکار پر چھوڑا گیا تھا۔

بائبل کے پیروکاروں کا کھانا

آج تمہارے واسطے سب پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں، اور اہل کتاب کا کھانا تمہیں حلال ہے اور تمہارا کھانا انہیں حلال ہے،(5:5)۔

دوسرے انکشاف شدہ مذاہب کے ماننے والوں کے کھانے پینے کی اس اجازت میں گوشت کی ممنوعہ اقسام کو آیت 3 :5 میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ موسیٰ ؑ کی شریعت انہیں واضح طور پر منع کرتی ہے، اور انجیلوں میں اس بات کا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے ان ممانعتوں کو منسوخ کر دیا تھا۔ اس کے بارے میں بتایا گیا ہے، یہ نہ سوچو کہ میں] موسیٰؑ [کی شریعت کو ختم کرنے آیا ہوں : میں تباہ کرنے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں(متی 17 :5) ۔ عیسیٰؑ کے بعد کے پولین پیروکاروں نے طول البلد کو کھانے کے حوالے سے، جیسے سور کا گوشت کھانے سے لطف اندوز ہوئے، اس سے مطابقت نہیں رکھتا جو یسوع کے عمل اور حکم تھا۔ اگرچہ مسلمان کوشر (یہودیوں کی گوشت کی کیٹیگری) کا گوشت کھا سکتے ہیں، لیکن قدامت پسند یہودی مسلمانوں کے حلال گوشت کو کوشر نہیں مانیں گے کیوں کہ جہاں تک گوشت کی تیاری کا تعلق ہے، موسوی قوانین اس سے کہیں زیادہ وسیع ہیں۔

تازہ پانی کے شکار اور سمندری غذا کے متعلق حکم

تمہارے لیے دریا کا شکار کرنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے،(5:96)۔

مذکورہ احکام میں پانی کے تمام شکار شامل ہیں، چاہے وہ سمندر، ندیوں، جھیلوں یا تالابوں سے ماخوذ ہو جیسے مچھلی اور دیگر سمندری جانور جو ساحل پر لہروں کے ذریعہ پھینک دیئے گئے ہوں۔ پانی کے ہر طرح کے شکار مومن کے لئے حلال ہیں۔

دودھ پلانا

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں،(2:233)۔

یہ امر دلچسپ ہے کہ عالمی ادارہ صحت اور قرآن دو سال تک دودھ پلانے کی تجویز کرتے ہیں۔ دودھ پلانے کے بے شمار فوائد ہیں، بچے اور ماں دونوں کے لئے۔ چھاتی کا دودھ بچوں کے لئے بہترین ہے۔ یہ بچپن کی بہت ساری بیماریوں سے تحفظ فراہم کرتا ہے اور بچوں کے وقفوں میں مدد کرتا ہے۔ ان خواتین میں چھاتی اور رحم کے کینسر کا خطرہ کم ہوتا ہے جنھوں نے اپنے بچوں کو دودھ پلایا ہے۔

غیر قانونی کھانے

کہہ دو کہ میں اس وحی میں جو مجھے پہنچی ہے کسی چیز کو کھانے والے پر حرام نہیں پاتا جو اسے کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ وہ ناپاک ہے یا وہ ناجائز ذبیحہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے، پھر جو بھوک سے بے اختیار ہو جائے ایسی حالت میں کہ نہ بغاوت کرنے والا اور نہ حد سے گزرنے والا ہو تو تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے(6:145)۔

سوائے اس کے نہیں کہ تم پر مردار اور خون اور سؤر کا گوشت، اور اس چیز کو کہ اللہ کے سوا اور کے نام سے پکاری گئی ہو، حرام کیا ہے، پس جو لاچار ہو جائے نہ سرکشی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے(2:173)۔

جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس کا تعلق زندگی میں اچھی چیزوں کے زمرے سے نہیں ہے۔ ان تمام چیزوں کی اجازت ہے جن کی واضح طور پر ممانعت نہیں کی گئی ہے۔ قرآن صرف ان چیزوں یا کاموں سے منع کرتا ہے جو جسمانی، اخلاقی یا معاشرتی طور پر انسان کے لئے نقصان دہ ہیں۔ انتہائی بھوک کی حالت میں یا دوسرے حالات میں، حرام خور قسم کے کھانے کی اجازت ہے جس میں انسان کے قابو سے بالاتر، غیر ضروری قوتیں اسے کچھ کرنے پر مجبور کر سکتی ہیں، جو عام طور پر اسلامی قانون کے ذریعہ ممنوع ہے۔ مثال کے طور پر، جب بھی بیماری ان کے استعمال کو لازمی اور ناگزیر بنا دیتی ہے تو نشہ آور ادویات کا استعمال کرنا جائز ہے۔

وہ جانور جو بے دین مذبح خانوں پر ذبح ہوئے

تم پر مردار اور لہو اور سور کا گوشت حرام کیا گیا ہے اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو گلا دبا کر یا چوٹ سے یا بلندی سے گر کر یا سینگ مارنے سے مر گیا ہو اور وہ جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو مگر جسے تم نے ذبح کر لیا ہو، اور وہ جو کسی تھان (پرستش گاہوں) پر ذبح کیا جائے اور وہ (جن کے حصے) جوئے کے تیروں سے تقسیم کرو، یہ (سب کچھ) گناہ ہے، آج تمہارے دین سے کافر نا امید ہو گئے سو

ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے، پھر جو کوئی بھوک سے بے تاب ہو جائے لیکن گناہ پر مائل نہ ہو تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے (5:3)۔

پھر جو بھوک سے بے اختیار ہو جائے ایسی حالت میں کہ نہ بغاوت کرنے والا اور نہ حد سے گزرنے والا ہو تو تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے (6:145)۔

حرام کھانے کی چیزیں ہیں جو کسی بت یا سنت یا الوہی سمجھے جانے والے شخص کو قربانی کے طور پر پیش کی گئی ہیں یا پیش کی گئیں ہیں۔ مثال کے طور پر، کافر قریش کے ذریعہ کعبہ کے چاروں طرف لگائے گئے مذبح کے پتھروں پر جانوروں کا گوشت حرام تھا۔ صرف قربانی کے جانور ہی نہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی جو عام استعمال کے لئے مقصود تھے، اکثر ایک قیاس نعمت کی خاطر وہاں ذبح کیے جاتے تھے۔ (سور کا گوشت سے بچنے کے لئے طبی وجوہات کے لئے ضمیمہ 2 دیکھیں)۔

خاندانی قوانین

21

خواتین کے لئے برابری کے حقوق

اسلام سے پہلے کے مردوں کا خواتین کے لئے رویہ

اور اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں وہ اس سے پاک ہے، اور اپنے لیے جو دل چاہتا ہے۔ اور جب ان میں سے کسی کی بیٹی کی خوشخبری دی جائے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہوتا ہے۔ اس خوشخبری کی برائی کے باعث لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، آیا اسے ذلت قبول کر کے رہنے دے یا اس کو مٹی میں دفن کر دے، دیکھو کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں (16:57-59)۔

یہ حوالہ خواتین کے بارے میں مردوں کے منفی رویے کی مذمت ہے، جس کے نتیجے میں خواتین بچوں کی ہلاکت ہوتی ہے۔ اسلام سے پہلے کے عربوں کا ماننا تھا کہ دیویوں کی لات، الزوز اور منات کے ساتھ ساتھ فرشتے جن کو وہ عورتوں کی حیثیت سے تصور کرتے ہیں، خدا کی بیٹیاں ہیں۔ قرآن پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ انہوں نے بیٹیاں خدا کے ساتھ مانیں، جبکہ وہ صرف اپنے لئے بیٹے چاہتے ہیں کیونکہ وہ بیٹیوں کو ضروری برائی کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتے ہیں۔ پوری عبارت کا ایک اہم نقطہ یہ جملہ ہے کہ وہ اپنے لئے [اگر وہ چاہتے تو صرف وہی انتخاب کریں گے] جس کی وہ خواہش کرتے ہیں۔ وہ صرف ان نظریات کو خدا کے ساتھ منسلک کرنے کے لئے تیار ہیں جو اپنے آپ کے لئے ناپسندیدہ سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر خواتین کی اولاد، جسے انھوں نے حقیر سمجھا۔ بچی کی پیدائش کی خبروں کو خوشی سمجھا جانا چاہئے تھا کیونکہ والدین کی محبت میں بچے کے جنسی تعلقات میں کوئی فرق نہیں ڈالنا چاہئے، لیکن باپ اپنے آپ میں یہ طے کرتا ہے کہ بچے کو کسی شے کی حیثیت سے رکھنا ہے یا نہیں۔ ہمیشہ کی توہین یا زندہ دفنایا جاتا۔ جو کہ دونوں ہی بدتر ہیں۔

غربت کے خوف سے خواتین کا قتل

اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے (17:31)۔

اور جب زندہ در گور لڑکی سے پوچھا جائے۔ کہ کس گناہ پر ماری گئی تھی (81:8-9)۔

تاریخی طور پر، یہ اسلام سے پہلے کے غیر روایتی رواج کا حوالہ ہے کہ ناپسندیدہ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار اس کے بعض خداؤں کے لئے لڑکوں کی قربانیوں کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ تاہم، اس کے علاوہ، مذکورہ ممنوع کا ایک لازوال جواز ہے، کیونکہ اس کا

تعلق خالصتاً معاشی بنیادوں پر غربت کے خوف سے کیئے گئے اسقاط حمل سے بھی ہے۔ آج بھی، پوری دنیا میں، خاص طور پر ہندوستان اور چین میں، خواتین کے جنین اسقاط حمل کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

قیامت کے دن، جب تمام انسانوں کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کے لئے بلایا جائے گا، خدا یہ سوال پوچھے گا، وہ کس جرم کی وجہ سے ماری گئی تھی؟ ایسا لگتا ہے کہ خواتین بچوں کو زندہ دفن کرنے کا وحشیانہ رواج اسلام سے پہلے کے عرب ممالک میں کافی حد تک وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا ہے، حالانکہ اس حد تک نہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اس کے مقاصد دوہرے تھے : یہ خوف کہ عورتوں کی اولاد میں اضافے کے نتیجے میں معاشی بوجھ پڑیں گے اور لڑکیاں ایک دشمن قبیلے کے ہاتھوں پکڑے جانے اور ان کے والدین اور بھائیوں کے بجائے ان کے اغوا کاروں کو ترجیح دینے کی وجہ سے ہونے والی ذلت کا خدشہ ہوتا ہے۔

خواتین کے لئے مذہب کی آزادی

شوہر کی سرپرستی

اے ایمان والو !جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ کر لو، اللہ ہی ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پس اگر تم انہیں مومن معلوم کر لو تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ، نہ وہ (عورتیں)ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر)ان کے لیے حلال ہیں، اور ان کفار کو دے دو جو کچھ انہوں نے خرچ کیا، اور تم پر گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جب تم انہیں ان کے مہر دے دو، اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا کہ وہ مانگ لیں، اللہ کا یہی حکم ہے، جو تمہارے لیے صادر فرمایا، اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے(60:10)۔

اسلامی قانون کے تحت عورتیں مردوں کی طرح آزاد اخلاقی ایجنٹ ہیں اور انہیں اپنے مذہب کا انتخاب کرنے کا حق اور ذمہ داری حاصل ہے۔ خواتین گھروں سے باہر جاسکتی ہیں اور نقل و حرکت کی آزادی حاصل کر سکتی ہیں، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ اور قریش مکہ کے مابین معاہدہ صلح حدیبیہ 6 ہجری میں ہوا۔ اہل مکہ کی سرپرستی میں جو بھی شخص اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر مسلمانوں کے پاس گیا، اسے قریش کو واپس کیا جانا تھا۔ قریش نے شادی شدہ عورتوں کو بھی شامل کرنے کے لئے یہ شرط عائد کی، جسے وہ اپنے شوہروں کی سرپرستی میں سمجھتی ہیں۔

اسی مناسبت سے، جب متعدد مکہ کی خواتین نے اپنے شوہروں کی مرضی کے خلاف اسلام قبول کیا اور مدینہ آ گئیں، تو قریش نے زبردستی مکہ مکرمہ واپسی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے انکار کر دیا کیونکہ شادی شدہ عورتیں ولایت کے تحت افراد کے زمرے میں نہیں آتیں۔

بیعت

اے نبی جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفہٴ شوہر سے جنی ہوئی) بنالیں اور نہ کسی نیک بات میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو ان کی بیعت قبول کر اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگ، بے شک اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے(60:12)۔

ہمیشہ یہ امکان موجود تھا کہ ان میں سے کچھ عورتیں عقائد کی بناء پر نہیں بلکہ خالص دنیاوی نظریات کی بنا پر مسلمانوں کے پاس چلی جائیں گی۔ اہل ایمان سے گزارش کی گئی کہ وہ اپنے اخلاص کو یقینی بنائیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ان میں سے ہر ایک سے پوچھا : خدا کے سامنے قسم کھاؤ کہ تم اپنے شوہر سے نفرت، یا کسی دوسرے ملک جانے کی خواہش کی بنا پر، یا دنیاوی فوائد کے حصول کی امید سے نہیں آئیں۔ خدا کے سامنے قسم کھاؤ کہ آپ خدا اور اس کے رسول کی محبت کے سوا کسی بھی وجہ سے نہیں رخصت ہوئیں۔ متعلقہ خاتون کی طرف سے ایک مثبت رد عمل کو صرف انسانیت کے حصول کے قابل سمجھا جاتا تھا - اور، لہذا، قانونی طور پر کافی - اس کی اخلاص کا ثبوت مہیا ہو گیا۔
صرف خدا ہی جانتا ہے کہ انسان کے دل میں جو چیز ہے وہ اسلام کے ایک اصول میں شامل ہے۔ اس میں یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ کسی بھی بالغ شخص کے اعتقاد کا اعلان، اس کے برعکس ثبوتوں کی عدم موجودگی میں، معاشرے کے لئے لازم ہے کہ وہ اس اعلامیے کی بنیاد پر اس مرد یا عورت کو مسلمان قبول کرے۔ چنانچہ، جہاں تک انسانیت کے لئے ممکن ہے ان کے اعتقاد کا پتہ لگانے کے بعد، نبی ﷺ، یا بعد کے دور میں، اسلامی ریاست یا برادری کے سربراہ، کو ان کے بیعت کے عہد کو قبول کرنے کا اختیار دیا گیا۔

حق مہر غیر مسلم سابقہ شوہر کو واپس کریں

اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا کہ وہ مانگ لیں، اللہ کا یہی حکم ہے، جو تمہارے لیے صادر فرمایا، اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے(60:10)۔

اگر کوئی بیوی اسلام قبول کرتی ہے جبکہ اس کا شوہر اس کے احاطے سے باہر رہتا ہے تو، شادی از خود منسوخ ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی طلاق بھی انہی شرائط سے مشروط کی جاسکتی ہے جیسے خلع، ایک ناغلط طلاق بیوی کے ذریعہ مسلمان شوہر سے شروع کی گئی تھی۔ (طلاق کے باب میں ملاحظہ کریں۔) چونکہ غیر مسلم سابقہ شوہر کو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی سے بے قصور ہے، لہذا بیوی کو معاہدہ توڑنے والی پارٹی سمجھا جانا چاہئے۔ اسے شادی کو تحلیل کرنے کے وقت اس ڈوور کو واپس کرنا ہو گا جو اس نے اس سے وصول کیا تھا۔ اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر ہے تو، مسلم کمیونٹی شوہر کو ادا کرنے کی پابند ہے، لہذا لازمی طور پر ایک لفظ ہے کہ آپ لوٹ آئیں۔

کمانے کا حق

اور مت ہوس کرو اس فضیلت میں جو اللہ نے بعض کو بعض پر دی ہے، مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے، اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے، اور اللہ سے اس کا فضل مانگو، بے شک اللہ کو ہر چیز کا علم ہے (4:32)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے خواتین ! آپ کو خدا نے اپنی ضروریات کے لئے باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ وہ لوگ جو یہ مانتے ہیں کہ اگر مسلمان خواتین گھر سے باہر کام کریں گی تو اس کا نتیجہ لازمی طور پر مسلم خواتین کی اخلاقی ریشہ اور تندرستی کو کمی کی صورت میں ہو گا، تو ایسے مرد خود شک، مردانہ عدم استحکام اور عدم تحفظ سے دوچار ہیں۔

خواتین کی گواہی

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لیا کرو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو تاکہ اگر ایک ان میں سے بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے، (2:282)۔

پورے قرآن کی ایک ہی آیت جو دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے ساتھ مساوی کرتی ہے وہ آیت قرض (282 :2) کے بارے میں ہے۔ یہ قاعدہ صرف ایک دیندار - قرض دہندہ کے لین دین میں لاگو ہوتا ہے جو عام اصول سے مستثنیٰ ہے کہ عورتیں مردوں کے لئے یکساں طور پر گواہ خدمات انجام دے سکتی ہیں۔ اصل مقصد گواہی کو محفوظ بنانا تھا، کیونکہ عام طور پر خواتین تجارتی لین دین میں مشغول نہیں ہوتی تھیں اور اس طرح غلطی کرنے یا دھوکہ دہی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ یہ شرط کہ دو خواتین کو ایک مرد گواہ کے لئے جگہ دی جا سکتی ہے اس کا مطلب عورت کی اخلاقی یا فکری صلاحیتوں پر کوئی عکاسی نہیں ہوتی۔ اس آیت کو تدبیر کی حیثیت سے دیکھنا چاہئے نہ کہ پابندی، اس کا مقصد ان خواتین کا تحفظ ہے جو تجارتی امور میں محتاط نہیں ہو سکتی ہیں۔ مصری مصلح محمد عبدو کا خیال تھا کہ مختلف صنف کے کردار اور زندگی کے تجربات سے متعلق متعلقہ صحیفے میں عورتوں کی کمتر ذہنی صلاحیتوں کے بجائے وقت کی عکاسی ہوتی ہے۔ انہوں نے اس اصول کو ہر وقت اور ہر جگہ پر لاگو نہیں کیا۔ (دیکھئے محمد عبداللہ منار میں 111، 124 الف)

کچھ مردانہ شاونواز، مذہبی معاشروں میں، اس آیت کو خواتین کو دبانے اور انہیں فکری طور پر کمتر قرار دینے کے جواز کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ خواتین کے دو ووٹوں کو ایک مرد کے ووٹ کے برابر شمار کیا جانا چاہئے۔

تعلیم کا حق

جب ایک عورت نے نبی ﷺ سے شکایت کی کہ صرف مرد ہی ان کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے ان کی تعلیم کے لئے ایک خاص دن مقرر کیا۔ صرف تعلیم کے ذریعہ ہی خواتین کسی بھی مساوات کو حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ تعجب کی بات نہیں کہ تعصب پسند جنونی مسلم مرد لڑکیوں کی تعلیم کے حصول کی مخالفت کرتے ہیں۔

آخری نصیحت

خطبہ حجتہ الوداع میں، خواتین کے حقوق کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے واضح فرمایا : ان کو اچھا کھلاؤ اور پہناؤ۔ اپنی خواتین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے ساتھ نرم سلوک کرو، کیوں کہ وہ آپ کے شراکت دار اور پرعزم مددگار ہیں۔ یاد رکھنا کہ آپ نے ان کو اپنی بیویاں بنا لیا ہے اور صرف خدا کے بھروسے اور اس کی اجازت سے ان کے جسم سے لطف اٹھایا ہے۔

خواتین کو مساوی حقوق دینا

بے شک اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے، تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

ہسٹن اسمتھ نے ریلیجز آف مین میں لکھا ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ازواج مطہرات کی کثرت کی اجازت دی ہے، اس لئے اسلام پر خواتین کی بدنامی کا الزام لگایا گیا۔ اگر ہم اس وقت کے مطابق، محمد ﷺ سے پہلے اور بعد میں عربی خواتین کی حیثیت کا موازنہ کرتے ہیں تو یہ الزام بالکل غلط ہے۔ جاہلیت کے دور کے ابتدائی دنوں میں، خواتین کو چیٹل سے تھوڑا زیادہ سمجھا جاتا تھا جو ان کے باپ یا شوہر خوش کرتے تھے۔ خواتین کو نجی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ ان حالات کے مقابلہ میں، بیٹی کی پیدائش کو ایک تباہی سمجھا جاتا تھا۔

وسطی چودہ صدیوں کے تناظر میں، خواتین کی حیثیت میں مثبت تبدیلیاں انقلابی تھیں۔ اکیسویں صدی کے معیار سے خواتین کو قرآن نے مساوی حقوق دیئے ہیں۔ کوئی حقیقت پسندانہ طور پر یہ توقع نہیں کر سکتا کہ چودہ سو سال پہلے خواتین کو راتوں رات مساوی حقوق دیئے جائیں گے۔ تاہم، اسلام کی آمد کی وجہ سے، مساوات کے مقصد کی طرف ایک زبردست چھلانگ لگائی گئی۔ تب سے وقت ایک تعطل کا شکار ہے اور مسلم خواتین نے زیادہ ترقی نہیں کی ہے۔ قدامت پسند مذہبی جھکاؤ کے مسلمان مرد مسلمان خواتین کے حقوق کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ رہے ہیں۔ وہ مراعات یافتہ مراعات سے محروم ہونے کا خدشہ رکھتے ہیں۔ ذاتی فوائد کی خاطر وہ ایک آفاقی اور قرآنی اصول کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں کہ تمام مرد اور خواتین کو برابر پیدا کیا گیا ہے، لہذا انہیں مساوی حقوق ملنے چاہئیں۔

اسلامی اصلاحات نے خواتین کی حیثیت کی بہت زیادہ اصلاح کی، مندرجہ ذیل ہیں :

- **زندہ رہنے کا حق:** قرآن پاک نے لڑکیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔
- **وراثتی حقوق:** بیٹیوں کو وراثت میں شامل کیا گیا تھا -برابر نہیں بلکہ بیٹے کے نصف تناسب تک، جو صرف اس حقیقت کے پیش نظر تھے کہ بیٹیوں کے برعکس، وہ اپنے گھروں کی معاشی ذمہ داری نبھائیں گے جبکہ بیٹیاں معاشی ذمہ داری سے آزاد ہیں۔(سابقہ باب ملاحظہ کریں)۔
- **تعلیم اور آمدنی حاصل کرنے کا حق**
- **قانون کے تحت مساوی گواہ:** قرآن میں جب صنف میں گواہی بیان کی گئی ہے تو اس میں صنف کا کوئی ذکر نہیں ہے، سوائے قرض کے بارے میں آیت کے۔
- **مساوی شراکت دار:** قرآن ایک جیسے فرائض اور ذمہ داریوں کے ساتھ خدا کے حضور مرد اور خواتین کو شریک بناتا ہے۔
- **نکاح کا تقدس:** نکاح کے سلسلے میں اسلام نے خواتین کے لئے سب سے بڑی اصلاح کی۔ اس نے شادی کو جنسی فعل کا واحد ٹھکانہ بنا کر تقدیس کو پاک کر دیا۔ اچھی طرح سے ایڈجسٹ شدہ شادیوں کا کوئی متبادل نہیں ہے، جو ماؤں کے لئے ایک پناہ گاہ اور ایک مثالی ماحول میں بچوں کی پرورش کے لئے ایک جگہ مہیا کرتی ہے۔ سنگل ماں کے خاندانوں میں اضافہ امریکہ میں بچوں اور خواتین میں غربت کی سب سے بڑی وجہ ہے۔
- **طلاق کا حق:** قرآن نے خواتین کو طلاق کا قانونی حق دیا۔ بیشتر مغربی خواتین کے پاس انیسویں صدی تک کوئی موازنہ ہی نہیں تھا۔ مسلمان خواتین کو مردوں کے ساتھ برابری کے حصول کے لئے بہت طویل سفر طے کرنا ہے آئندہ مسلم معاشرے خواتین کو مساوی حقوق دینے کے خواہشمند ہوں۔ قرآن بار بار استدلال کے استعمال پر زور دیتا ہے، اور اگر ہم خدا کی عطا کردہ منطق کو استعمال کرتے ہیں تو کسی بھی طرح کی امتیاز استدلال کے برخلاف ہے۔ خدا جو رحم کرنے والا اور مہربان ہے، 50 فیصد مسلم آبادی کے حالات زندگی اور وقار کو بلند کرنے سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟ عورتوں کی آزادی کو نبی کریم ﷺ کو دل عزیز تھی۔ اگر حضرت محمد ﷺ آج زندہ ہوتے تو کیا کرتے؟ وہ یقیناً خواتین کو مساوی حقوق دیتے۔

22

شادی

جنسی تعلقات سے خدا کی خوشنودی

وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اسی نے تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے بنائے اور چارپایوں کے بھی جوڑے بنائے، تمہیں زمین میں پھیلاتا ہے، کوئی چیز اس کی مثل نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، روزی کشادہ کرتا ہے جس کی چاہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

تمام تر مخلوق (نر اور مادہ) یا عام طور پر مخالف (سیاہ اور سفید، مثبت اور منفی، اوپر اور نیچے وغیرہ) کے تصور میں قطعی پن واضح ہے، جبکہ خدا، وہ تنہا منفرد ہیں، بغیر کسی چیز کے مخالف یا مماثل یا تکمیلی کہا جائے۔ لہذا، مذکورہ بالا بیان کہ اس کی طرح کوئی چیز نہیں ہے۔

شادی کے اندر رہتے ہوئے جنسی تعلقات

بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لیے کہ ان میں کوئی الزام نہیں۔ پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں۔(23:1, 5–7)

حیض کے دوران جنسی جماع کی ممانعت

اور آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو وہ نجاست ہے پس حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو، اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے، بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(2:222)

یہ قرآن مجید میں جنسی طور پر مثبت، خدا کی فطرت کے متعدد حوالوں میں سے ایک ہے۔ اگر کسی جوڑے نے مذکورہ پابندی کے خلاف سرکشی کی، تو ان کو توبہ کرنا ہو گی۔ ماہواری کے بعد رسمی طور پر تزکیہ کرنے کا خیال آرتھوڈوکس یہودی برادری میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہودی قانون

کے مطابق، شادی شدہ خواتین کو اپنے شوہروں کے ساتھ ازدواجی تعلقات کو دوبارہ شروع کرنے سے پہلے ماہانہ حیض کی تکمیل کے سات دن بعد، ایک رسمی غسل کرنا ہوتا ہے جسے میکواہ کہا جاتا ہے۔

بیماریوں کے کنٹرول اور روک تھام کے مرکز کے مطابق، اس وقت کے دوران، کوئی ایچ ٹی وی یا ایڈز کی طرح ایس ٹی آئی (جنسی طور پر منتقل ہونے والا انفیکشن) حاصل یا منتقل کر سکتا ہے۔ وائرس ماہواری کے خون میں موجود ہو سکتا ہے۔ کوئی جسمانی سیال ایچ آئی وی یا [دیگر] ایس ٹی آئی لے سکتا ہے، اور [مدت کے دوران] گریوا تھوڑا سا کھلتا ہے، جس سے وائرس کو گزرنے کا موقع مل سکتا ہے۔

خاندان، خدا کی نعمت

- **اور اللہ نے تمہارے واسطے تمہاری ہی قسم سے عورتیں پیدا کیں اور تمہیں تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے دیے اور تمہیں کھانے کے لیے اچھی چیزیں دیں، پھر کیا جھوٹی باتیں تو مان لیتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔(16:72)**
- **اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دے۔(25:74)**

نکاح کی بنیاد روحانیت

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ، اور اپنے لیے آئندہ کی بھی تیاری کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم ضرور اسے ملو گے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو۔(2:223)

مرد اور عورت کے مابین روحانی تعلقات کو جنسی تعلقات کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔ لفظی طور پر اپنی نوعیت کے ساتھی کے جملے میں آپ کے ساتھیوں کو اپنے آپ سے بنا دیا ہے۔

بچے خدا کا تحفہ

آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے، جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے بخشتا ہے۔ یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، بے شک وہ خبردار قدرت والا ہے۔ اور کسی انسان کا حق نہیں کہ اس سے اللہ کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے کہ وہ اس کے حکم سے القا کرے جو چاہے، بے شک وہ بڑا عالیشان حکمت والا ہے۔(50 –42:49)

اس حصہ کا مقصد ایک بار پھر اس بات کی تصدیق ہے کہ انسان کے ساتھ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ خدا کی لَا انتہا رضی کا نتیجہ ہے، ایک حقیقت جس کی مثال انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ عام اور متواتر ملتی ہے وہ مرد یا عورت کی پیدائش کی غیر متوقع حیثیت سے ہے، اس کے ساتھ ساتھ بانجھ پن بھی اسی کی مثال ہے۔ خدا کی دنیاوی خوشی اور ناخوشی کا عطا کردہ اس معاملے میں اس کی پیائش یا پیش گوئی نہیں کی جاسکتی ہے کہ اسے انسان اپنی واجب الادا سمجھ سکتا ہے۔

مرد کی خواتین کے لئے ذمہ داریاں

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، پھر نیک عورتیں تابعدار ہوتی ہیں کہ مردوں کی غیر موجودگی میں اللہ کی مدد سے (ان کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں، اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا خطرہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور بستر میں انہیں جدا کر دو اور مارو، پھر اگر تمہارا کہا مان جائیں تو ان پر الزام لگانے کے لیے بہانے مت تلاش کرو، بے شک اللہ سب سے اوپر بڑا ہے۔(4:34)

یہ بیان کہ وہ عورت کی دیکھ بھال کرے گا جسمانی دیکھ بھال اور حفاظت کے ساتھ ساتھ اخلاقی ذمہ داری کے تصورات کو بھی یکجا کیا ہے، اور یہ آخری نامزد عنصر کی وجہ سے پیش کیا گیا ہے کہ مرد عورتوں کا پورا خیال رکھے گا۔

خاندان کا منفی پہلو

اے ایمان والو ! بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں سو ان سے بچتے رہو، اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے محض آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس تو بڑا اجر ہے۔

اے ایمان والو ! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اور جو کوئی ایسا کرے گا سو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔(64:14–15)

کنبہ کی محبت دو دھاری تلوار ہو سکتی ہے۔ کنبہ خدا کی ایک نعمت ہے۔ بعض اوقات، اس کے اہل خانہ کی محبت کسی مومن کو ضمیر اور ایمان کے تقاضوں کے برخلاف کام کرنے کا لالچ دے سکتی ہے۔ اگر کنبہ کا کوئی فرد شعور کے ساتھ متعلقہ فرد کو حقیقی یا خیالی خاندانی مفاد کو پورا کرنے کے لئے اپنے اخلاقی وعدوں میں سے کچھ ترک کرنے کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ دوسرے، روحانی دشمن بن جاتے ہیں۔ دنیاوی سامان سے محبت اور کسی کے گھر والوں کی حفاظت کی خواہش، جسے آزمائش اور فتنہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے، کسی شخص کو خطا اور خدا کے پیغام میں اخلاقی اقدار کے ساتھ دھوکہ دہی کی طرف لے جاسکتی ہے۔

شادی کے لئے شرط

اور جو تم میں مجرّد ہوں اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں سب کے نکاح کرادو، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا، اور اللہ کشائش والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور چاہیے کہ پاک دامن رہیں وہ جو نکاح کی توفیق نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔ (24:32-33)

کسی کے شادی کے لئے موزوں ہونے کا تعین جسمانی، ذہنی پختگی اور متعلقہ مرد اور عورت کے مابین باہمی پیار کے ذریعے ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق، شادی ایک سنجیدہ عہد ہے اور پوری فکری پختگی کی مستحق ہے، نہ صرف بلوغت کی۔ اس آیت میں بچوں کی شادیوں کو مسترد کیا گیا ہے۔ معاشرے کے آزاد ممبروں اور غلاموں کے ساتھ شادی کی اجازت ہے۔

شادی یا کنوارا پن

عام اصطلاح میں کسی بھی جنس کے کسی فرد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی کوئی شریک حیات نہیں ہے، خواہ اس کی شادی کبھی نہیں ہوئی ہے یا طلاق یا بیوہ نہیں ہے۔ مذکورہ آیت میں نبی ﷺ کے متعدد مستند اقوال میں اس خیال کا اعادہ کیا گیا ہے کہ - اخلاقی اور معاشرتی دونوں نقطہ نظر سے، شادی شدہ حالت کو کنوارے ہونے پر ترجیح دی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں ہر طرح کی رعایت کو مسترد کیا گیا ہے اور مرد اور اس کی غلام عورت کے مابین حلال جنسی تعلقات کی واحد بنیاد شادی کو پوسٹ کیا گیا ہے۔ اگر کوئی غربت کی وجہ سے شادی کرنے سے قاصر ہے یا کوئی مناسب ساتھی نہیں ڈھونڈ سکتا ہے، یا کسی اور ذاتی وجہ سے، تو خدا انہیں اپنے فضل و کرم سے استقامت عطا کرتا ہے۔

عیسائی اور یہودی خواتین

آج تمہارے واسطے سب پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں، اور اہل کتاب کا کھانا تمہیں حلال ہے اور تمہارا کھانا انہیں حلال ہے، اور (تمہارے لیے حلال ہیں) پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان پاک دامن عورتوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے جب کہ ان کے مہر انہیں دے دو ایسے حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے، اور جو ایمان سے منکر ہوا تو اس کی محنت ضائع ہوئی اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ (5:5)

ایک دوسرے آسمانی مذہب کے پیروکاروں میں سے مسلمان مردوں کو ان کی خواتین سے شادی کرنے کی اجازت ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں واضح طور پر حکم نہیں دیا گیا ہے کہ مسلمان عورت کسی یہودی یا عیسائی مرد سے شادی کرے گی۔ بہت سارے حکام کا خیال ہے کہ مسلمان خواتین کو یہودیوں یا عیسائیوں سے بھی شادی نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ قرآن کریم میں یہ واضح طور پر بیان بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

اسلام تمام انبیاء کی تعظیم کرتا ہے۔ عیسائی حضرت محمد ﷺ کو رد کرتے ہیں، بالکل جیسے یہودی کرتے ہیں، وہ محمد ﷺ اور حضرت عیسی علیہ السلام دونوں کا ہی وہ انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک غیر مسلم خاتون جو مسلمان سے شادی کر سکتی ہے اس بات کا یقین کر سکتی ہے کہ - تمام نظریاتی اختلافات کے باوجود اس کے ایمان میں انبیاء کا ذکر اس کے مسلم ماحول میں انتہائی احترام کے ساتھ کیا جائے گا، ایک مسلمان جو غیر مسلم سے شادی کرے گا ہمیشہ اس کے نظریات کا احترام کرے گا۔ جو اللہ رسول ﷺ کو مانتا ہو گا، اسے کسی بھی قسم کی بد سلوکی کا ڈر نہیں ہو گا۔

جہیز بطور تحفہ

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو، پھر اگر وہ اس میں سے اپنی خوشی سے تمہیں کچھ معاف کر دیں تو تم اسے مزے دار خوشگوار سمجھ کر لے لو۔(4:4)

پھر ان عورتوں میں سے جسے تم کام میں لائے ہو تو ان کے جو حق مقرر ہوئے ہیں وہ انہیں دے دو، البتہ ایسے سمجھوتے میں کوئی گناہ نہیں ہے جو مہر کے مقرر ہو جانے کے بعد آپس کی باہمی رضامندی سے ہو جائے، بے شک اللہ خبر دار حکمت والا ہے۔(4:24)

جہیز کا تحفہ اس کے بدلے میں کسی چیز کی توقع کیے بغیر اپنی مرضی کے مطابق، کچھ دینے کا اشارہ دیتا ہے۔ قانون میں دلہا کو دلہن کو دینے والے حق مہر کی رقم طے نہیں کی گئی ہے۔ متعدد تالیفوں میں درج متعدد مستند روایات کے مطابق، نبی نے یہ واضح کیا کہ اگر دلہن اسے قبول کرنے پر راضی ہو جائے تو، یہاں تک کہ ایک لوہے کی انگوٹھی بھی کافی ہو سکتی ہے، یا اس سے بھی کم ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت بھی اپنی دلہن کو پیش کرنا کافی ہو گا اگر اس کی دلہن اس پر رضامند ہے۔

جہیز کی وضاحت ہو سکتی ہے یا غیر متعینہ ہے، اور مذکورہ جہیز کی دو حصوں میں ادائیگی کی جا سکتی ہے۔ جہیز شادی پر فوراً ادا کیا جانا چاہئے۔ موخر جہیز شوہر سے طلاق یا اس کی موت کے بعد ادا کیے جانے والے غیر محفوظ قرض کی طرح ہے۔

یک زوجی اور کثیر الزواجی

اور اگر تم یتیم لڑکیوں سے بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو جو عورتیں تمھیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو، اگر تمھیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کر و یا جو لونڈی تمہارے مِلک میں ہو وہی سہی، یہ طریقہ بے انصافی سے بچنے کے لیے زیادہ قریب ہے۔(4:3)

مذکورہ بالا حصے کا مقصد یہ ہے : جس طرح آپ اپنی نگہداشت کے تحت یتیموں کے مفادات کو مجروح کرنے سے ڈرتے ہیں، اسی طرح آپ کو ان خواتین کے مفادات اور حقوق کے لئے بھی اسی احتیاط سے غور کرنا چاہئے جس سے آپ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری عورتوں میں سے شادی کریں جو آپ کے لئے حلال ہیں یا ان میں سے جن کے آپ صحیح طور پر مالک ہیں (خواتین غلام) یعنی دو، یا تین، یا چار۔ لیکن اگر آپ کو یہ خوف ہونے ہے کہ آپ ان کے ساتھ برابری کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتے ہیں تو پھر صرف ایک سے شادی کریں — خواہ وہ آزاد عورتیں ہوں یا سابقہ غلام، بیویوں کی تعداد چار سے زیادہ نہ ہو۔ ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت اس شرط پر پابندی ہے کہ اگر آپ کو یہ خدشہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ برابری کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتے ہیں تو صرف ایک ہی سے شادی کریں۔ مساوی سلوک کی شرط صرف غیر معمولی حالات میں ہی کثیر شادیوں کو ممکن بناتی ہے (پچھلے باب میں 24:32 دیکھیں)۔

ایک بیوی کے لئے دوسری بیوی کا تبادلہ

اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو، اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تمھیں ایک چیز پسند نہ آئے مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھی ہو۔ اور اگر تم ایک عورت کو دوسری عورت سے بدلنا چاہو، اور ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے۔ تم اسے کیونکر لے سکتے ہو جب کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکا ہے اور وہ عورتیں تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔(4:19–21)

دوسری بیوی کے لئے ایک بیوی کے تبادلے کا اشارہ قرآنی نظریہ کا واضح اشارہ ہے کہ یکساں نکاح ناممکن رواج ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق، اگر چار گواہوں کے براہ راست شواہد نے بیوی کے غیر اخلاقی سلوک کو ثابت کر دیا تو، شوہر کو اسے طلاق دینے کا حق ہے۔ وہ حق مہر کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے جو اس نے اسے شادی کے وقت دیا تھا۔ مذکورہ بالا آیات شوہر کو متنبہ کرتی ہیں کہ وہ اپنے حق مہر کو دوبارہ حاصل کرنے کی امید میں غیر اخلاقی سلوک کا جھوٹا الزام نہ لگائے۔

اور تم عورتوں (بیویوں) کو ہرگز برابر نہیں رکھ سکو گے اگرچہ اس کی حرص کرو، سو تم بالکل ہی ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری عورت کو لٹکی ہوئی چھوڑ دو، اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(4:129)

اس سے مراد ایسے معاملات ہیں جہاں مرد کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کی طرف جھکاؤ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دوسری کو پیار سے انکار کر دیا گیا ہے اور اسے رد کر دیا گیا ہے۔ جو شخص اپنی اخلاقی ذمہ داری سے پوری طرح واقف ہے اسے شاید یہ محسوس ہو کہ وہ گناہ کر رہا ہے اگر وہ اپنی کسی بیوی کو دوسری (یا دوسروں) سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت اس نکتے پر یہ واضح کر کے عدالتی روشن خیالی فراہم کرتی ہے کہ اگر آپ چیزوں کو حقوق کے لئے رکھتے ہیں تو خدا بخشنے والا ہے۔

ایک اصول کے طور پر یک زوجی

ایک آدمی، ایک بیوی زندگی کا سب سے فطری طریقہ ہے۔ قرآن پاک نے تمام فیصلہ سازی میں بار بار استدلال کے استعمال پر زور دیا ہے۔ بچوں کی پرورش کا مثالی ماحول ایک ماں اور باپ کے ساتھ ہے، جس میں ایک توسیع کنبے کی حمایت حاصل ہے۔ ازدواجی زندگی کی نسبت زیادہ تر خاندان میں ہم آہنگی کے لئے سازگار ہونے کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ خدا نے ایک آدمؑ اور چار حواؑ پیدا نہیں کیں۔ صحت مند اور خوشگوار خاندانی زندگی کے مفاد میں یک ازواجی برتر ہے اور اس کی حکمرانی ہونی چاہئے۔ ازدواجی استثناء ہونا چاہئے۔ مسلم خاندانوں کی اکثریت متنوع ہے۔

یہ اجازت جو مرد کے عزم اور اپنی بیویوں کے ساتھ برابری کے ساتھ برتاؤ کرنے کی صلاحیت پر مشروط ہے، اس باب کے آغاز کی سورت 4:3 میں درج ہے۔ تاہم، اس حقیقت کو دیکھتے ہوئے کہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ انسان کا سلوک تقریباً لا محالہ اس سے متاثر ہوتا ہے کہ وہ اس شخص کے بارے میں کیسا محسوس کرتا ہے، مذکورہ بالا حصہ 4:4 کے ساتھ مل کر پڑھا جاتا ہے اور خاص طور پر اس کا حتمی جملہ کثرت کی شادیوں کی زیادہ تائید نہیں کرتا۔

برابر معاملات

وہ حکم جس کی طرف قرآنی قانون انسان پر دباؤ ڈالتا ہے وہ توحید ہے۔ اس قول کی تائید کرنا قرآن کا بیان ہے کہ اگر آپ]ایک سے زیادہ بیویوں کے ساتھ [برابری اور انصاف کے ساتھ معاملہ نہیں کر سکتے ہیں تو آپ صرف ایک ہی سے شادی کریں گے۔ چونکہ قرآن میں لفظ مساوات استعمال کیا گیا ہے جس سے نہ صرف مادوں کی فراہمی میں مساوات کی نشاندہی ہوتی ہے بلکہ محبت، پیار اور احترام میں بھی مکمل مساوات ہو سکتی ہے، لہذا بعد میں یکساں طور پر تقسیم کرنے کی ناممکنیت اس آیت کو عام حالات میں کثرتیت سے باز آتی ہے۔ یہ تشریح ہجری کی تیسری صدی کے شروع سے ہی مسلم تصویر میں ہے اور اس میں بڑھتی ہوئی قبولیت آ رہی ہے۔ کسی بھی ممکنہ غلط فہمی سے بچنے کے لئے، اب بہت سارے مسلمان شادی میں ایک ایسی شق داخل کرتے ہیں جس کے ذریعہ شوہر باضابطہ طور پر دوسری بیوی والے اپنے حق

سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ کسی بھی صورت میں چونکہ اسلام میں شادی ایک مکمل طور پر عوامی معاہدہ ہے، لہٰذا طلاق کا سہارا ہمیشہ دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کھلا رہتا ہے۔

متعدد ازدواجی ایک استثناء کی حیثیت، جب متعدد ازواج کی اجازت ہے؟

ازواج مطہرہ اسلام کی لچکدار صلاحیت کی ایک اور مثال ہے جس میں مختلف حالات کے ساتھ دانشمندی کے ساتھ بات کرنا ہے۔ اسلام کسی بھی طرح کی کثیر الزواج کی اجازت نہیں دیتا ہے، جہاں انسان صرف چار بیویوں کو اس وجہ سے رکھ سکتا ہے کہ وہ اس کی خواہش رکھتا ہے۔ اسے صرف کچھ غیر معمولی شرائط میں متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ انسانی وجود کی اس نامکمل حالت میں ایسے حالات موجود ہیں جب کثیر ازدواجی اس کے متبادل کے مقابلے میں اخلاقی طور پر ترجیح دی جاتی ہے۔ ایسی صورتحال پیدا ہو سکتی ہے، مثال کے طور پر اگر کوئی بیوی فالج یا کسی اور معذوری کا شکار ہو جائے، جو اسے جنسی تسکین نہ دے سکے۔ ایسی جنگ جس میں مردوں کی تعداد میں کافی حد تک کمی واقع ہو اس کی ایک اور مثال ہوگی۔ آئیڈیالوجسٹ ایسے حالات میں بہادری کا مقابلہ کرنے کا مطالبہ کرسکتے ہیں، لیکن بہادری بڑے پیمانے پر پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ انتخاب بعض اوقات ایک پہچان جانے والی اور اخلاقی بہووا یا بیوہ عورت کے درمیان ہوتا ہے جو تاریک مستقبل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ متنوع حالات کے نقطہ نظر میں یہی لچک ہے جس کی وجہ سے اسلام کے مغربی طالب علم، ریجنالڈ بوسورتھ اسمتھ نے مندرجہ ذیل لکھا: پہلے تو ان سخت قوانین کے ذریعہ، اور اس کے بعد ان قوانین کے ذریعہ پیدا ہونے والے مضبوط اخلاقی جذبات کے ذریعہ]محمد [ﷺ کامیاب ہو چکے ہیں، آج تک اور اس سے کہیں زیادہ واقعات میں اس سے کہیں زیادہ معاملات پہلے ہی کامیاب ہو چکے ہیں، تمام اسلامی ممالک کو ان پیشہ ورانہ آزاروں سے آزاد کرنے میں، جو اپنے غم و فراز سے زندگی بسر کرتے ہیں، اور اپنے وجود سے ایک تسلیم شدہ طبقے کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔

محدود کثیر الزواجی کی اجازت

یہ آیت جنگ احد کے بعد نازل ہوئی جس میں تقریباً 75 مسلمان مرد شہید ہوئے (ملاحظہ کریں) 4:3 مسلم مردوں کو بیواؤں اور ان کے بچوں کی سہولت کے لئے چار بیویاں لینے کی اجازت تھی۔ اس نے نہ صرف تعدد ازدواجی زندگی، بلکہ متعدد ازدواجی رشتے پر مبنی ازدواجی انتظامات اور کثرت ازدواجی عنصر (جس میں ایک عورت کے ایک سے زیادہ شوہر ہوتے ہیں) کی جگہ لے لی۔ اسلام سے پہلے کے عرب میں، مرد اپنی خواہش کے مطابق زیادہ سے زیادہ بیویاں کرسکتے تھے۔ آیت 4:3 تمام ازواج کے ساتھ انصاف کی فراہمی کے ساتھ چار ازواج پر پابندی عائد کرتی ہے۔ بصورت دیگر، صرف ایک کی اجازت ہے۔

کثیر الزوجی کے منفی اثرات

ازدواجی رواج سے کنبہ پر بہت سے منفی اثرات پڑتے ہیں۔ بیویوں اور بچوں میں شدید دشمنی اور حسد نے خاندانی ماحول کو زہر آلود کر دیا۔ بچوں کے نفسیات کے لئے ہمیشہ متنازعہ حالات میں پرورش پانا صحت مند نہیں ہے۔ اچھے باپ کی نظر میں بچوں کی خوشی کو اس کی خود غرض جنسی خواہشات سے بالاتر ہونا چاہیئے۔

حضور ﷺ کی مثال

یہاں تک کہ نبی ﷺ کے گھر میں، اپنی بیویوں میں باہمی حسد اس وقت تک موجود تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وحی آنے کے بعد اپنی تمام بیویوں کو طلاق دینے کی بات تھی۔

کثیر الزوجی کے دعویدار جو نبی ﷺ کی مثال پر عمل پیرا ہونے کا دعوی کرتے ہیں انہیں نکاح سے پہلے باز پرس کرنی چاہیئے، پھر پندرہ سال بڑی بیوہ سے نکاح کرنا چاہیئے اور پچیس سال تک ایک ساتھ رہ کر بھی دکھانا چاہیئے۔ ان کے بڑھاپے میں، ان کی کفالت کے لئے بیوہ خواتین سے شادی کرنی چاہیئے۔

ازدواجی قوانین جو صرف نبی ﷺ پر خصوصی طور پر لاگو ہوتے ہیں وہ باقی مومنوں کے لئے نہیں تھے (دیکھیں اس جلد کا باب)27۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مثال کی پیروی کرنے کے ڈھونگ کے تحت، مرد متعدد کم عمر خواتین کے ساتھ جنسی تعلقات کے بارے میں تصور کرتے ہیں۔ ایسے مرد اپنی بڑی بیویوں کو طلاق دے کر ترک کر دیں گے اور کم عمر لڑکیوں سے شادی کریں گے، اس طرح شادی کے مقدس قوانین کو بھٹکائیں گے۔

جب کثرت ازدواجی کی بات کی جاتی ہے تو، پیغمبر ﷺ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لئے دوسری بیوی کو منظور نہیں کیا، جس کی شادی فاطمہ رضی اللہ عنہا(محمد ﷺ کی بیٹی) سے ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا، بنوہشام بن المغیرہ نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں ان کی بیٹی کا نکاح علی سے کرنے کی اجازت دوں، لیکن میں اس وقت تک اجازت نہیں دوں گا جب تک کہ علی میری بیٹی کو طلاق نہ دے۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہیں، اور میں اس سے نفرت کرتا ہوں جس کو دیکھنے سے وہ نفرت کرتی ہیں اور جس چیز سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔

کثیر الزوجی کے لئے شرائط

جب کوئی بیوی ناقابل واپسی طبی حالت کی وجہ سے اپنے ازدواجی فرائض سرانجام دینے سے قاصر ہوتی ہے تو اس کے بجائے کہ اسے اس کا شوہر طلاق دے کر نرسنگ ہوم میں ڈال دے، اس سے کہیں زیادہ برتر انسانیت کی بات ہے کہ اسے اپنے گھر میں ہی رکھا جائے، جبکہ شوہر دوسری شادی کر لے۔

دوسری بیوی کے خواہش مند مردوں کو دوسری بیوی رکھنے کا جواز ثابت کرنے کے لئے جج سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اسے معاشی طور پر اپنی اہلیہ کی دیکھ بھال اور مدد کے لئے مناسب انتظامات کرنے کے قابل ہونا چاہئے اور اسے یہ حلف اٹھانا ہو گا کہ تمام بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے گا۔

مغرب میں یک ازواجی کا رواج

مغرب میں یک ازواجی کو یونان اور روم سے وراثت میں آئی ہے، جہاں مردوں کو قانون کے ذریعہ ایک بیوی تک محدود رکھا گیا تھا لیکن وہ آزادانہ طور پر غلاموں کی اکثریت میں اپنی پسند کے مطابق زیادہ سے زیادہ لونڈی رکھنے کے لئے آزاد تھے۔ جنسی تعلق ذمہ داری سے الگ تھا۔ اس طرح کی یونینوں کے بچوں کو اپنے حیاتیاتی والد کے مال یا وراثت کا کوئی حق حاصل نہیں تھا اور عورتوں کو یہ حق نہیں تھا کہ جو عام طور پر ازواج کو دیا جاتا ہے۔

عہد نامہ قدیم میں ایسی درجنوں مثالوں موجود ہیں جن میں مردوں کی ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویوں سے شادی کی جاتی تھیں۔ حضرت ابراہیم ؑ اور یعقوبؑ نیک آدمیوں کی مثال ہیں جن کے پاس مرد کے وارثوں کے لئے کئی بیویاں تھیں۔

اگرچہ یک ازواجی ریاستہائے متحدہ کا قانون ہے، لیکن یہ صرف کاغذ پر موجود ہے، کیونکہ لوگ شادی کے باہر کی خواہش سے زیادہ سے زیادہ شراکت دار / لونڈی رکھ سکتے ہیں جب تک کہ وہ دوسرے قانونی ازدواجی معاہدے میں داخل نہ ہوں۔ عام طور پر مرد اپنی لونڈی اور اس طرح کی یونین کے ذریعے پیدا ہونے والے بچوں کی دیکھ بھال کرنے میں کسی بھی قسم کی ذمہ داری سے گریز کرتے ہیں۔ بچوں کی امداد کی ادائیگی کے لئے اکثر قانونی نظام کے ذریعہ باپ کو مجبور کرنا پڑتا ہے۔ ٹیکساس کے قانون کے تحت، شادی بیاہ کو تیسری ڈگری کے طور پر درجہ بندی کیا گیا ہے۔ اس کی سزا دس سال تک قید اور 10000 ڈالر تک جرمانہ ہے۔ اگر کوئی مرد دوسری بیوی سے شادی کرتا ہے تو وہ جیل میں ہی ختم ہو گا، جبکہ غیر شادی شدہ جنسی تعلقات کا کوئی تعزیتی قانونی نتیجہ نہیں ہوتا ہے۔

جنسی لذت گیری سے بچانے کی کوشش

اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور گھورنے سے گریز کریں

ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ ہے، بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔(24:30)

مخالف جنس کے شخص کو زیادہ دیر تک گھورنا ممنوع ہے۔ کسی کی نگاہوں کو گھٹانا اور ان کی عفت کو ذہن نشین کرنا دونوں کا تعلق جسمانی شائستگی اور جذباتی شائستگی سے ہے۔ مؤخر الذکر اظہار کسی کے ذاتی حصوں کو ڈھانپنے کے لفظی معنی میں یا لباس میں شائستگی اور کسی کے جنسی خواہشات پر قابو پانے کے اعتدال پسند احساس دونوں کو سمجھا جا سکتا ہے، جو ان کو حلال ہے -یعنی ازدواجی جماع تک محدود ہے۔ مذکورہ بالا حکم میں کلیدی شق کا مطالبہ ہے جس کو مرد اور خواتین کے یکساں الفاظ میں قرار دیا گیا ہے، تاکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ معاشرتی اخلاقیات کے قرآنی اصول کے ساتھ اتفاق رائے سے، کسی فرد کی ظاہری شکل کے حوالے سے اسے مہذب سمجھا جاتا ہے۔ جو]شائستہ طور پر [واضح ہو سکتا ہے کی تعریف زیادہ وسیع ہے، اور اس جملے کی دانستہ طور پر دھندلا سا مطلب یہ ہے کہ انسان کی اخلاقی اور معاشرتی نشوونما کے لئے ضروری تمام وقتی تبدیلیاں کی اجازت دی جائے۔

اسلام سے پہلے کے زمانے میں خواتین کے ذریعہ روایتی طور پر استعمال کیے جانے والے کپڑے میں سر کو ڈھانپنے کا مقصد زیادہ پرکشش نظر آنا تھا، لیکن اس کا عموماً کوئی عملی مقصد نہیں ہوتا تھا۔ پہننے والوں کی پیٹھ کے اوپر ڈھکی چھلکی نیچے ڈالی گئی تھی، اور چھاتی کو ڈھانپنے کا حکم یہ واضح کرنا تھا کہ عورت کے سینوں کو جو چیز شائستہ ہو سکتی ہے کے تصور میں شامل نہیں ہے اور اسے ظاہر نہیں کیا جانا چاہئے۔

شائستگی

اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے، اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے غلاموں پر یا ان خدمت گاروں پر جنہیں عورت کی

حاجت نہیں یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں، اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے، اور اے مسلمانو !تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔(24:31)

اور وہ بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتیں ان پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں، اور اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہے، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔(24:60)

صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لئے خصوصی پردہ

اور جب نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو، اس میں تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی ہے۔(33:53)

حجاب کی اصطلاح ہر ایسی چیز کی نشاندہی کرتی ہے جو دو چیزوں کے درمیان مداخلت کرتی ہے یا پوشیدہ، پناہ گاہیں، یا کسی کو دوسرے سے چھپانا ہے۔ سیاق و سباق کے مطابق، اس میں رکاوٹ، مزاحمت، تقسیم، اسکرین، چھپانا، پردہ وغیرہ کی طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔ پردے کے پیچھے سے کا مطلب مومنین کی ماؤں کے پاس جانے کی ممانعت کا احترام کرنا تھا۔ اسے لفظی طور پر اکثر صحابہ نے لیا تھا۔ مذکورہ آیت کو عوامی جگہ کو نجی جگہ سے الگ کرنے کی ضرورت کے ذریعہ اشارہ کیا گیا تھا۔ آیت میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی طرف اشارہ کرکے عوام الناس کی خواتین کو بھی پردے میں رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

مسلمان عورت کے لئے عوام میں اپنا چہرہ ڈھانپنا لازمی ہے۔ وہ لوگ جو پیغمبروں کی ازواج مطہرات کی مثال کی پیروی کرنے اور اپنے چہروں کو عوام میں نہ ڈھانپنے کا دعوی کرتے ہیں وہ دوسری عورتوں پر اپنے نام نہاد اعلی تقوی کا شعوری یا لاشعوری بیان دے رہے ہیں۔

اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے مونہوں پر نقاب ڈالا کریں، یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائیں پھر نہ ستائی جائیں، اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔(33:59)

اس تجویز میں دانستہ طور پر ابہام پایا جاتا ہے کہ خواتین کو عوامی طور پر اپنے کچھ بیرونی لباس اپنے اوپر کھینچنا چاہئے۔ اس آیت کا مقصد عمومی معنوں میں حکم نامہ نہیں تھا بلکہ وقت اور معاشرتی ماحول کے بدلتے ہوئے پس منظر کے خلاف مشاہدہ کیا جانا ایک اخلاقی رہنما اصول تھا۔ اس تلاش کو خدا کی مغفرت اور فضل کے اختتامی حوالہ سے تقویت ملی ہے۔

خواتین کی علیحدگی

عوام میں نرمی کا مقصد اسلام سے پہلے کے دنوں کے وسیع پیمانے پر اعلانات کی جانچ پڑتال کرنا تھا۔ قرآن حکیم عوام میں لباس کے لئے کم سے کم ضرورت کا تعین کرتا ہے۔ اس کا مقصد خواتین کے استحصال کو روکنا ہے اور انھیں جنسی چیزوں کے طور پر دیکھنا سے باز رکھنا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے بھی مسلمان مرد و خواتین کے لئے لباس کے قرآنی احکامات کو واضح کر دیا ہے تاکہ اسلامی معاشرہ جنسی بے راہ روی سے دور رہے۔

پردے کا رواج، یا عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں رکھنا، یہی اصل اسلام ہے اور اس کی تعلیمات ہیں۔ پردہ، جیسا کہ مشہور سمجھا جاتا ہے، نہ صرف خواتین کی اعلی اور متوسط طبقے کے لئے ہی ممکن ہے، بلکہ چھوٹی کلاس کی مزدوری کرنے والی خواتین پوری دنیا میں اپنے روزمرہ کے کھانے کے لئے سخت محنت کر رہی ہیں، ان کے لئے بھی پردہ کرنا لازمی ہے۔

قرآن مجید میں نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے کوئی جداگانہ اور پردہ پوشی کی حیثیت نہیں ہے۔ قرآن مجید تمام خواتین کی پردہ پوشی یا ان کی علیحدگی کی ضرورت کو واضح کرتا ہے۔ اسی لئے ہمارے اس سے معاشرے میں مرد اور خواتین دونوں کی شرکت اور مذہبی ذمہ داری پر زور دیا جاتا ہے۔ درحقیقت، حج کے دوران، خواتین پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ اپنے مقامات پر چہرہ ڈھکائیں جبکہ وہ تمام جگھوں میں سب سے زیادہ پاک جگہیں ہیں۔

علیحدگی اور نقاب ایک اسلامی روایت ہے

مدینہ میں پہلی امت کی خواتین نے اس وقت کی عوامی زندگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بعض نے مختلف لڑائیوں میں بھی حصہ لیا۔ ایسا نہیں لگتا تھا کہ انہوں نے اسلام کو ایک جابر مذہب کے طور پر لیا ہو گا۔ شہری کی حیثیت سے عورت کے حقوق — تعلیم، مراعات اور پیشہ ورانہ تعلیم کے بارے میں واضح ہیں۔ قرآن نے خواتین کے لئے مردوں کے ساتھ مکمل مساوات کا راستہ کھولا ہے۔
چہرے کے ہر طرف سر اور کندھوں کو ڈھانپنے کے لئے پہنا جانا ایک ایسی چیز کا ٹکڑا ہے جو مسلمان خاتون کے ہیڈ ڈریس کا ایک حصہ بناتا ہے۔ مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کئی نسلوں کے بعد علیحدگی اور پردے کے عیسائی رسم و رواج کو چھوڑ دیا۔ آج، مرد اکثریتی اسلامی ممالک نے قرآنی قانون سازی کے بہت سے اصل مقاصد کو ناکام بنا دیا ہے۔ پردے سے چہرہ ڈھانپنا عین اسلامی روایت ہے۔ خواتین کی علیحدگی غیر متوقع اور اچھے اثرات مرتب کرتی ہے۔ چونکہ یہ مسجد معاشرتی زندگی کے مرکز کے طور پر کام کرتی ہے، اس لئے خواتین نے مسجد میں عوامی طور پر عبادت کرنا چھوڑ دی ہے اور بہت سارے اسلامی ممالک میں معاشرتی اور تعلیمی سرگرمیوں سے انکار کر دیا گیا ہے۔

25

طلاق

قبل اَز اسلام کے دور میں طلاق

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑتی تھی اور اللہ کی جناب میں شکایت کرتی تھی، اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے، اور بے شک انہوں نے ایک بیہودہ اور جھوٹی بات منہ سے نکالی ہے اور بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔(58:1-2)

اللہ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے، اور نہ اللہ نے تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری ماں بنایا ہے، اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا بنایا ہے، یہ تمہارے منہ کی بات ہے، اور اللہ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتاتا ہے۔(33:4)

مذکورہ بالا خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے معاملے کا حوالہ ہے، جن کے شوہر نے انکو طلاق دی تھی جسے اسلام سے قبل ظہار کا نام دیا جاتا تھا۔ انہوں نے اس طلاق کے خلاف نبی کریم ﷺ کے سامنے التجا کی۔ ان کے شوہر نے انہیں اپنے تمام ازدواجی حقوق سے محروم کر دیا اور ان کے لئے دوبارہ کسی اور سے شادی کرنا ممکن بنا دیا۔ نبی ﷺ جن کا خیال تھا کہ ظہار کے ذریعہ طلاق جائز ہے، لہذا انہوں نے خولہ سے کہا، اب تم واقعی اس کے لئے حرام ہو۔ مذکورہ آیات میں ظہار کی خدائی ممانعت کے ذریعہ اس رائے کو تقریبا فوری طور پر تبدیل کر دیا گیا۔ مذکورہ واقعے کے بعد ظہار کا رواج ختم کر دیا گیا۔

قبل از اسلامیہ عربی ظہار کے مطابق، ایک شوہر محض یہ اعلان کر کے اپنی بیوی سے طلاق لے سکتا ہے، اب تم میری ماں کی حیثیت سے میرے لئے غیر قانونی ہو۔ دوسرے لفظوں میں، اب اپنی بیوی کے ساتھ جنسی تعلقات رکھنا غیر قانونی ہے، جس طرح اپنی ماں کے ساتھ جنسی تعلقات رکھنا غیر قانونی ہے۔ شوہر جب بھی اپنی مرضی سے طلاق کا اعلان کر سکتے تھے۔ جب بھی اس کے تعلقات اس کی بیوی سے دبے ہوئے تھے، وہ طلاق کا اعلان کرتے تھے اور پھر جب بھی اس کا دل کرتا، وہ دوبارہ تعلق قائم کر لیتا۔ عارضی طور پر طلاق کے اعلانات بار بار دہرائے جاتے رہے۔ وقت کی تعداد کی کوئی حد نہیں تھی۔ وہ یہ کر سکتا تھا۔ بیوی نہ تو اپنے شوہر سے ازدواجی تعلقات رکھ سکتی ہے اور نہ ہی

کسی اور سے شادی کر سکتی ہے۔ کافر عرب معاشرے میں، طلاق کے اس طرز کو حتمی اور اٹل سمجھا جاتا تھا، لیکن اس طرح طلاق یافتہ عورت کو دوبارہ شادی کی اجازت نہیں تھی اور اسے اپنے سابقہ شوہر کی حراست میں ہمیشہ کے لئے رہنا پڑا۔
یہاں ایک جسم میں دو دل سے مراد ایک شخص کے ذریعہ دو باہمی متضاد کردار (بیوی سے ماں تک) تفویض کرنا ہے جس کا ارادہ عرب کے قبل از اسلام معاشرے میں طلاق لینے کا تھا۔ یہ خدائی فطرت کی مرضی کے قوانین کے خلاف ہے اور انسانی رشتوں کے دائرہ کار میں ایک ہی شخص کے بیوی سے ماں کی حیثیت سے منسوب ہونا غیر معقول اور اخلاقی طور پر قابل اعتراض ہے۔

ظہار کے گناہ کا کفارہ

جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے، اور بے شک انہوں نے ایک بیہودہ اور جھوٹی بات منہ سے نکالی ہے اور بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اس کہی ہوئی بات سے پھرنا چاہیں تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کر دیں، یہ اس لیے کہ اس سے تمہیں نصیحت ہو، اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کی خبر رکھتا ہے۔ پس جو شخص نہ پائے تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو چھوئیں، پس جو کوئی ایسا نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور منکروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کیے جائیں گے جس طرح ذلیل کیے گئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے، اور ہم نے تو صاف صاف آیتیں نازل کر دی ہیں اور منکروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ جس دن ان سب کو اللہ قبروں سے اٹھائے گا پھر ان کو بتائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے، جس کو اللہ نے یاد رکھا ہے اور وہ بھول گئے ہیں، اور اللہ کے سامنے ہر چیز موجود ہے۔(58:2-6)

وہ لوگ جو ابھی بھی ظہار کی قسم کھاتے ہیں وہ غلام کی آزادی یا خریداری کا پابند ہیں۔ وہ جس کو وہ راستہ نہیں ملتا اس جملے میں مالی وسائل کی کمی یا کسی اور کو تلاش کرنے کی ناممکنیت کی نشاندہی کی جا سکتی ہے جسے حقائق یا علامتی غلامی سے چھڑایا جا سکتا ہے۔ ظہار کے اعلان کو طلاق سمجھا نہیں جانا چاہئے، جیسا کہ قبل از اسلام کے زمانے میں ہوا تھا، لیکن اس کو مکمل طور پر قابل مذمت سمجھا جانا چاہئے جس کے لئے قربانی کے ذریعہ کفارہ دیا جانا چاہئے۔

اسلام میں طلاق

اگرچہ اسلام نے شادی کے بندھن کو بہت حد تک سخت کر دیا، اس نے طلاق سے منع نہیں کیا، بلکہ اسے آخری حل کے طور پر ہی اجازت دی گئی ہے۔ پیغمبر ﷺ نے بار بار زور دے کر کہا کہ ازدواجی نذروں میں خلل آنے سے زیادہ خدا کو کچھ ناگوار نہیں ہے۔ نبی ﷺ کا یہ قول

صحیح ہے کہ خدا کے نزدیک، چیزوں میں سے سب سے زیادہ نفرت شدہ چیز طلاق ہے۔ طلاق بمشکل ہی جائز ہے اور اس وقت تک اس کا سہارا نہیں لیا جانا چاہئے جب تک کہ یہ واضح نہ ہو جائے کہ شادی میں اب ناامیدی ہے، اور کچھ بھی اسے بچا نہیں سکتا ہے۔

از خود نکاح کی تنسیخ

اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا کہ وہ مانگ لیں، اللہ کا یہی حکم ہے، جو تمہارے لیے صادر فرمایا، اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور اگر کوئی عورت تمہاری عورتوں میں سے کفار کے پاس نکل گئی ہے پھر تمہاری باری آجائے تو ان مسلمانوں کو دے دو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں جتنا کہ انہوں نے دیا تھا، اور اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان لائے ہو۔(60:10–11)

اگر مسلمانوں کی کافر بیویاں اپنے عقائد اور مذہبی رسومات کو ترک کرنے سے انکار کر دیں تو مسلمان شوہر کو نکاح کو کالعدم قرار دینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں صرف چھ ایسے ہی مقدمات پیش آئے (یہ سارے 6ھ میں فتح مکہ سے پہلے کے ہیں)۔

خواتین کا حق عیب طلاق کا حق

اور تمہارے لیے اس میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں جو تم نے انہیں دیا ہے مگر یہ کہ دونوں ڈریں کہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ عورت معاوضہ دے کر پیچھا چھڑا لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں سو ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا سو وہی ظالم ہیں۔(2:229)

یہ آیت شوہر کے بیوی کے طلاق لینے کے لئے بیوی کے غیر مشروط حق سے متعلق ہے۔ بیوی کے اقدام سے شادی کو اس طرح تحلیل کرنے کو خلع کہتے ہیں۔ کچھ انتہائی مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ثابت بن قیس کی اہلیہ، جمیلہ رسول ﷺ کے پاس آئیں اور اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیں کیوں کہ ان کے عیب دار کردار کی وجہ سے وہ انھیں ناپسند کرتی تھیں۔ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اس باغ تبت کو واپس کر دیں جو ان کو حق مہر کے طور پہ دیا تھا اور حکم دیا کہ شادی کو تحلیل کر دیا جائے۔ اسلامی قانون میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب بھی بیوی کے شوہر کی طرف سے بغیر کسی جرم کے بیوی کے معاملے میں شادی کو تحلیل کر دیا جاتا ہے تو بیوی معاہدہ توڑنے والی پارٹی ہے اور شادی کے تحلیل ہونے کے بعد اسے لازمی طور پر حق مہر واپس کرنا ہو گا۔ اس صورت میں، ان دونوں میں سے کوئی گناہ نہیں ہو گا اگر شوہر حق مہر واپس لے لے، جو بیوی اپنی مرضی سے ترک کرتی ہے۔

ثالثی یا شادی کی مشاورت

- **اور اگر تمہیں کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا خطرہ ہو تو ایک منصف شخص کو مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف شخص کو عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان دونوں میں موافقت کر دے گا، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبر دار ہے۔(4–35)**
- **اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے لڑنے یا منہ پھیرنے سے ڈرے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح سمجھوتہ کر لیں، اور سمجھوتہ بہتر ہے، اور (انسان کے) نفس میں حرص تو ہوتی ہے، اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیز گاری کرو تو اللہ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔(4:128)**

ایک بار جب شادی تنازعہ میں پڑ جاتی ہے تو، پہلا قدم دونوں کنبہوں سے ثالث مقرر کرنا اور دونوں فریقوں میں صلح کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ کچھ جوڑے اس تنازعہ کو حل کرنے کے لئے آزاد ازدواجی مشاورت حاصل کر سکتے ہیں۔

طلاق کے لئے دائر کرنا

طلاق دو مرتبہ ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے(2:229)

عارضی طلاق دو بار اعلان کی جا سکتی ہے، اور طلاق کا تیسرا اعلان اس کو حتمی اور اٹل قرار دیتا ہے۔ مذکورہ آیت میں مرد یا عورت کا تذکرہ نہیں ہے لہذا کسی بھی فریق کے لئے یکساں طور پر لاگو ہونا چاہئے۔ تاہم، حقیقی زندگی میں ایسا نہیں ہے۔ مرد زبانی طلاق دے سکتا ہے۔ بیوی کو اپنے شوہر کی طرح طلاق کا زبانی یا تحریری اعلان دینے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ اس کی رضامندی سے اپنے شوہر کو طلاق دے سکتی ہے یا جج کو درخواست کر سکتی ہے اور یہ ثابت کر سکتی ہے کہ اس کا شوہر ازدواجی فرائض ادا نہیں کر رہا ہے۔ اگر وہ شوہر معاہدہ توڑنے والی پارٹی ہے تو وہ حق مہر رکھ سکتی ہے۔ جب اس کے شوہر کا کوئی قصور نہ ہو اور وہ جو حق مہر موصول ہوا اسے واپس کرنا ہو گا۔ طلاق کے بارے میں مذکورہ بالا قرآنی احکامات اس عدم مساوات کی تائید نہیں کرتے ہیں جو غالباً قبل از اسلام کے رواج کا ایک وثیق ہے جس کی پیروی آج تک کی جاتی ہے کیونکہ اس سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے۔

تین ماہواری کے ایام کا دورانیہ

- **اے نبی !ﷺ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے موقع پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، نہ تم ہی ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی نکلیں مگر جب کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کریں،(65:1)**
- **جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے سے قسم کھالیتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے، پھر اگر وہ رجوع کرلیں تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اور اگر انہوں نے طلاق کا پختہ ارداہ کرلیا تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (2:226-227)**
- **اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اور ان کے خاوند اس مدت میں ان کو لوٹا لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح کا اردہ رکھتے ہیں، اور دستور کے مطابق ان کا ویسا ہی حق ہے جیسا ان پر ہے، اور مردوں کو ان پر فضیلت دی گئی ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔(2:228)**

جوڑے کو لازمی طور پر چار ماہ کی مدت سے گزرنا چاہیئے یا تین ماہواری کے برابر ہونا چاہیئے۔ طلاق کی تیسری صیغہ رفعت کی مدت پوری ہونے کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ اوسط سائیکل اٹھائیس دن لمبا ہوتا ہے۔ تاہم، ایک چکر کی لمبائی اکیس دن سے لے کر پینتیس دن تک ہو سکتی ہے۔ انتظار کی مدت کا بنیادی مقصد ممکنہ حمل کی جانچ اور غیر پیدا ہونے والے بچے کا والدین ہونا ہے۔ (آج حمل کے لئے پیشاب کا ایک آسان ٹیسٹ کرایا جاسکتا ہے۔) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے ان کے فیصلے پر غور کرنے اور ممکنہ طور پر شادی دوبارہ شروع کرنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ رعایت کی مدت کے دوران، جوڑے ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہیں لیکن علیحدہ سوتے ہیں۔ شوہر اور بیوی کسی بھی وقت اپنے تعلقات کو دوبارہ شروع کرنے کے لئے آزاد ہیں، اس طرح طلاق کا عارضی عمل ختم ہو جاتا ہے۔ ایک بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ازدواجی تعلقات کو دوبارہ شروع کرنے سے انکار کردے یہاں تک کہ اگر شوہر عارضہ طلاق سے عارضی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی اس سے نجات دلانے پر رضامندی ظاہر کرتا ہے۔

چونکہ یہ شوہر ہے جو کنبہ کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہے، لہذا اس کے ساتھ عارضی طلاق باقی رہ جانے کا سب سے پہلا آپشن ہے۔

اور اپنی جماعت میں سے دو افراد [معلوم] گواہ بنائیں [جو آپ نے فیصلہ کیا ہے]، اور آپ خدا کے سامنے سچی گواہی دیں۔

دو افراد جو کیس کے حالات سے بخوبی واقف ہیں وہ گواہی دیں کہ عارضی طلاق یا حتمی طلاق کو ترک کرنے کا متعلقہ فیصلہ غیر سنجیدہ جذبے کے تحت نہیں کیا گیا ہے۔

انتظار کے دوران بیوی کے حقوق

اسے بے دخل مت کرو۔

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے موقع پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، نہ تم ہی ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی نکلیں مگر جب کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کریں، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور جو اللہ کی حدوں سے بڑھا تو اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا، آپ کو کیا معلوم کہ شاید اللہ اس کے بعد اور کوئی نئی بات پیدا کر دے۔(65:1)

بحالی کا ذمہ دار شوہر

طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم اپنے مقدور کے موافق رہتے ہو اور انہیں ایذا نہ دو انہیں تنگ کرنے کے لئے۔(65:6)

عدت کے دوران، شوہر اپنی شادی شدہ زندگی کے دوران منائے جانے والے معیار زندگی کے مطابق، اپنی بیوی کو برقرار رکھنے کا پوری طرح ذمہ دار ہے جس سے وہ طلاق لے رہا ہے۔ عورت کو گھر میں رہنے کا حق ہے، لہذا مرد کو اسے بے دخل نہیں کرنا چاہئے یا اسے اپنی مرضی کے خلاف رخصت نہیں کرنا چاہئے۔ اس خاص حکم سے طلاق یافتہ عورت کو اپنی مرضی سے گھر چھوڑنے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ اگر وہ غیر اخلاقی سلوک کی قصوروار ہو جاتی ہے تو اسے قانونی طور پر اپنے ازدواجی گھر سے باہر کیا جا سکتا ہے۔ طلاق حتمی ہو جانے سے قبل مفاہمت کے امکان اور ازدواجی تعلقات کی بحالی کے امکان کا ایک اشارہ ہے۔

حیض، غیر حیض یا حاملہ خواتین کے لئے انتظار کی مدت

اور تمہاری عورتوں میں سے جن کو حیض کی امید نہیں رہی ہے اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض نہیں آیا، اور حمل والیوں کی عدت ان کے بچہ جننے تک ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے کام آسان کر دیتا ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دیتا ہے اور اسے بڑا اجر بھی دیتا ہے۔(65:4–5)

دایہ

طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم اپنے مقدور کے موافق رہتے ہو اور انہیں ایذا نہ دو انہیں تنگ کرنے کے لیے، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو جب تک وہ وضع حمل کریں، پس اگر پلائیں دودھ تمہارے لیے تو ان کو ان کی اجرت دو، اور آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کرلو، اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو اس کے لیے دوسری عورت دودھ پلائے گی۔ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے، اور اگر تنگ دست ہو تو جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی قدر جو اسے دے رکھا ہے، عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی کردے گا۔(65:6–7)

انتظار کرنے کی کوئی مدت نہیں

اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم انہیں چھوؤ تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں ہے کہ تم ان کی گنتی پوری کرنے لگو، سو انہیں کچھ فائدہ دو اور انہیں اچھی طرح سے رخصت کردو۔(33:49)

حمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اگر شادی کو انجام نہیں دیا گیا ہے۔ طلاق شدہ بیوی کی طرف سے انتظار کی مدت بے معنی ہوگی اور نہ ہی اس سے اپنے سابقہ شوہر کو کوئی فائدہ ہوگا۔

جب حق مہر طے نہ ہو

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو جب کہ انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور ان کے لیے کچھ مہر بھی مقرر نہ کیا ہو، اور انہیں کچھ سامان دے دو وسعت والے پر اپنے قدر کے مطابق اور مفلس پر اپنے قدر کے مطابق سامان حسب دستور ہے، نیکوکاروں پر یہ حق ہے۔

جب حق مہر طے شدہ ہو

اور اگر تم انہیں طلاق دو اس سے پہلے کہ انہیں ہاتھ لگاؤ حالانکہ تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو تو نصف اس کا (دے دو) جو تم نے مقرر کیا تھا مگر یہ کہ وہ معاف کردیں یا وہ شخص معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اور تمہارا معاف کردینا پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے، اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، کیوں کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔(2:236–237)

دلہا اور دلہن، شادی کے بندھنے کے اختتام سے پہلے، لازماً ایک حق مہر پر متفق ہو جائیں۔ اگرچہ اس حق مہر کی مقدار دونوں معاہدہ کرنے والی جماعتوں کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے (اور اس میں ایک تحفہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے)، اس کی شرط اسلامی شادی کے معاہدے کا ایک لازمی حصہ ہے۔ اس اصول کے مستثنیات کے لئے، دیکھیں33:50 :

طلاق کے بعد

عمدہ اطوار میں حصہ لینا

- **اور جب عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں حسن سلوک سے روک لو یا انہیں دستور کے مطابق چھوڑ دو، اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکو تا کہ تم سختی کرو، اور جو ایسا کرے گا تو وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا، اور اللہ کی آیتوں کا تمسخر نہ اڑاؤ، (2:231)**
- **پس جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں دستور سے رکھ لو یا انہیں دستور سے چھوڑ دو اور دو معتبر آدمی اپنے میں سے گواہ کر لو اور اللہ کے لیے گواہی پوری دو، یہ نصیحت کی باتیں انہیں سمجھائی جاتی ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے۔ اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو، اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے، بے شک اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے، اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک پیمائش مقرر کر دی ہے (65:2–3)**
- **اور اگر دونوں (میاں بیوی) جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے پروا کر دے گا، اور اللہ وسعت کرنے والا حکمت والا ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ (131 –4:130)**

نان نُفقے کا حق

اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے واسطے دستور کے موافق خرچ دینا، پرہیز گاروں پر یہ لازم ہے۔ (2:241)

اس کا تعلق ان خواتین سے ہے جو اپنی طرف سے بغیر کسی قانونی غلطی کے طلاق یافتہ ہیں۔ ایسے بے گناہ متاثرین کو تاحیات ناجائز زندگی کی سزا دی جانی چاہئے، جب تک کہ وہ خواتین کہیں اور دوبارہ شادی نہ کریں تب تک قابل ادائیگی ہو گیں۔ شوہر کے مالی حالات اور اس وقت کے معاشرتی حالات پر انحصار کرنے کے بعد سے بھتہ خوری کی رقم کو غیر متعینہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ جب کوئی عورت اپنے شوہر سے بغیر کسی غلطی سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اسے اس کا حق مہر واپس کرنا پڑتا ہے۔ تب یہ صرف اتنا ہی مناسب ہے کہ جب کوئی شخص طلاق کے لئے فائل کرے اور اس کی بیوی کا کوئی قصور نہ ہو، تو وہ اس کی ساری زندگی اس کے نان نُفقے کا ذمے دار بنے۔ اس سے کم عمر خواتین کے حق میں

مردوں کو بڑی عمر کی بیویوں سے طلاق دینے کی بھی حوصلہ شکنی ہو گی۔ پورے خیال میں مستحکم خاندانی اکائیوں کا ہونا ہے جو ایک مستحکم معاشرے کی تشکیل کا باعث بنے جو ذہنی اور جسمانی طور پر قابل بچوں کی حیثیت رکھتا ہے جو بڑوں کی حیثیت سے فیصلہ کن کردار ادا کرسکتے ہیں۔

طلاق کے قوانین میں اصلاح کی ضرورت

قانونی تفاوت

بہت سے اسلامی ممالک میں مروجہ قانون ایک شخص کو اپنی بیوی کو یکطرفہ طور پر طلاق دینے کی اجازت دیتا ہے لیکن بیوی کو اپنے شوہر کی رضامندی پر یا عدالتی نظام کے ذریعے طلاق لینے کا محدود حق فراہم کرتا ہے۔ جب مردوں کو مطلق اختیارات دیئے جائیں گے، تو وہ انھیں خراب کردے گا۔ آسان طلاق سے زیادہ خاندانی پھوٹ پڑیں گی۔ جب ریاستہائے متحدہ میں بغیر غلطی کے طلاق سے متعلق قوانین نافذ کیے گئے تو طلاق کی شرح میں ڈرامائی اضافہ ہوا۔ بغیر غلطی طلاق تب نہیں جب طلاق کے لئے داخل ہونے والی شریک حیات کو دوسرے شریک حیات کی طرف سے کوئی غلطی ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

خاندانی عدالتوں کا کردار

- طلاق کی کارروائی کے لئے تمام فیصلے جج کی موجودگی میں مرد اور خواتین کو کرنے چاہئیں۔ قانونی تفریق جو صنف پر مبنی ہیں انصاف اور مساوات کے احساس کے منافی ہیں۔
- خاندانی عدالتوں کو یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ طلاق کو حتمی شکل دینے سے پہلے شادی کو بچانے کے لئے تمام راستے اختیار کرنے چاہئیں۔
- جج، اس سے قطع نظر کہ شوہر یا بیوی نے طلاق کے عمل کا آغاز کیا ہے، اسے صرف حتمی طلاق دینی چاہئے۔
- خاندانی عدالت کو یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ شادی کے دوران حاصل ہونے والے تمام اثاثوں کو کس طرح تقسیم کیا جائے۔
- ترقی یافتہ معاشروں میں، رجحانات کی نگرانی کے لئے اعداد و شمار کے مقاصد کے لئے تمام شادیاں اور طلاقیں درج کی جاتی ہیں۔

(ملاحظہ کریں ضمیمہ 3 ، طلاق کے اثرات)

دوبارہ شادی اور بچوں کی تحویل کا معاملہ

سابق شریک حیات کے ساتھ دوبارہ شادی

پھر اگر اسے طلاق دے دی تو اس کے بعد اس کے لیے وہ حلال نہ ہو گی یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں رجوع کر لیں اگر ان کا گمان غالب ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم رکھ سکیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں وہ انہیں کھول کر بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔(2:230)

سابقہ میاں بیوی کے ساتھ دوبارہ شادی کرنا میں مشکل یہ ہے کہ جوڑے بار بار شادی اور طلاق نہ لیں اور نکاح کے مقدس رشتے کا مذاق نہ اڑائیں۔

سابقہ میاں بیوی کی نئی شادی میں رکاوٹ مت ڈالیں

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق راضی ہو جائیں، تم میں سے یہ نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزی اور بڑی صفائی کی بات ہے، اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(2:232)

بیواؤں کی دوبارہ شادی

اور جو تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان بیویوں کو چار مہینے دس دن تک اپنے نفس کو روکنا چاہیے، پھر جب وہ اپنی مدت پوری کر لیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں، اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبر دار ہے۔ اور تم پر اس میں گناہ نہیں ہے کہ ان عورتوں کو اشارہ سے پیغام نکاح دو اور یا تم اسے اپنے دل میں چھپاؤ، اللہ جانتا ہے کہ تمہیں ان عورتوں کا خیال پیدا ہو گا لیکن مخفی طور پر ان سے نکاح کا وعدہ نہ کرو مگر یہ کہ قاعدہ کے مطابق کوئی بات کہو، اور جب تک معیاد نوشتہ پوری نہ ہو اس وقت تک نکاح کا قصد بھی نہ کرو، اور جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے پس اس سے ڈرتے رہو، اور جان لو اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔(2:234–235)

اگر آپ کسی بیوہ یا طلاق یافتہ خاتون کو طے شدہ عدت کی مدت ختم ہونے سے قبل کسی شادی شدہ پیش کش کا اشارہ دیتے ہیں تو آپ کو کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

بچوں کی تحویل

اور آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کرلو:

طلاق کے معاملات میں، خاندانی عدالت بچوں کی تحویل کے انتظامات بھی طے کرتی ہے۔ بچے کی تحویل میں دینے کا معیار وہی ہوتا ہے جو بچے کے بہترین مفاد میں ہوتا ہے۔

عارضی تحویل کسی فرد کو طلاق یا علیحدگی کی کارروائی کے دوران بچے کی تحویل میں دیتا ہے۔

مشترکہ تحویل: والدین بچے پر مشترکہ سرپرستی کرسکتے ہیں اور والدین کے حقوق برابر ہیں۔ مشترکہ تحویل والدین کو بچے کی پرورش کے بارے میں فیصلے کرنے میں مساوی حقوق دیتی ہے۔

خصوصی تحویل

اگر والدین میں سے کوئی ایک تحویل کے لئے مقدمہ دائر کرتا ہے تو، قانونی چارہ جوئی کرنے والے والدین کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ مشترکہ تحویل بچے کے بہترین مفاد میں نہیں ہے۔ متعدد والدین بچے کی تعلیم، مذہبی پرورش اور صحت کی دیکھ بھال کے بارے میں فیصلوں پر قابو رکھتے ہیں۔ جب عدالت ایک والدین کو خصوصی طور پر بچوں کی تحویل دیتی ہے تو، غیر منحصر والدین عام حالات میں بچے کو دیکھنے اور ملنے کا حق رکھتے ہیں۔ عدالتیں ملنے کے حقوق سے بھی منع کرسکتی ہیں اگر ماضی میں غیر تحویل شدہ والدین میں سے کسی نے بچے کو جسمانی یا جذباتی طور پر زیادتی کا نشانہ بنایا ہے یا اگر انہیں کوئی ذہنی بیماری ہے کہ وہ جذباتی طور پر بچے کو تباہ کردے گی۔

تیسرا فریق

اگر کسی تیسرے فریق نے تحویل کا مطالبہ کیا ہے تو عدالت کسی بچے کی تحویل کسی تیسرے فریق کو دے سکتی ہے۔ تیسرا فریق اکثر دادا یا کوئی دوسرا قریبی رشتہ دار ہوتا ہے۔

رضاعی ماں کو تحویل

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو دودھ کی مدت کو پورا کرنا چاہے، اور باپ پر دودھ پلانے والیوں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق ہے، کسی کو تکلیف نہ دی جائے مگر اسی قدر کہ اس کی طاقت ہو، نہ ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ باپ ہی کو اس کی اولاد کی وجہ سے، اور وارث پر بھی ویسا ہی نان نفقہ ہے، پھر اگر دونوں اپنی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور اگر کسی اور سے اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ تم دے دو جو دستور کے مطابق تم نے دینا ٹھہرایا ہے، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ جو تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھتا ہے۔(2:233)

اگر بچے کو رضاعی والدہ کی تحویل میں دے دیا جاتا ہے، تو باپ کو رضاکارانہ اجرت منصفانہ انداز میں رضاعی والدہ کو ادا کرنا ہو گی۔

27

رسول اکرم ﷺ کی بیویاں

حضرت محمد ﷺ کی حیرت انگیز بیویوں نے مغرب میں بہت ساری دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ پھر بھی، یہ تصور کرنا غلط ہو گا کہ پیغمبر ﷺ نے جسمانی خوشی کے لئے شادیاں کیں، جیسے بعد کے کچھ اسلامی حکمرانوں نے کیا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حکومت اور سلامتی کے معاملات میں گزارا۔ انہوں نے بیشتر لڑائیوں میں حصہ لیا۔ زیادہ تر راتیں، انہوں نے تہجد کی نمازوں اور دعاؤں میں گزاریں۔ وہ اکثر دن میں روزہ رکھتے تھے۔ اجتماعی عیش و آرام کے لئے بہت کم وقت تھا۔ بعد کی تمام بیویوں میں سے، ان کا صرف ماریہ رضی اللہ عنہما میں سے بیٹا تھا۔

نبی ﷺ کی دو بیویاں، جنھوں نے انکی زندگی میں نمایاں کردار ادا کیا، وہ خدیجہ رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ قرآن کریم کی سورہ احزاب میں پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک اور اہلیہ، زینب کا خاص تذکرہ ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ پسند کی شادی

پیغمبر اکرم ﷺ کی پہلی اہلیہ، خدیجہ رضی اللہ عنہمانے اسلام کے مقصد کی حمایت میں اہم کردار ادا کیا۔ تھامس کارلائل کے الفاظ میں: وہ خدیجہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیسے رہے، جو ایک امیر بیوہ تھیں، ان کا ملازم تھا، اور انہوں نے اپنے کاروبار میں شام کا میلوں تک کا سفر کیا۔ انہوں نے سب انتظام کیسے کیا، جیسا کہ کوئی اچھی طرح سے، مخلصانہ طور پر اور اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہے۔ اس طرح ان کے دل میں ان کے لئے ان کا احترام بڑھتا گیا: ان کی شادی کی داستان پوری طرح سے ایک مکرم قابل فہم ہے، جیسا کہ ہمیں عرب مصنفین نے بتایا ہے۔ نبی ﷺ پچیس سال کے تھے اور وہ چالیس سال کی تھیں، مگر ابھی تک خوبصورت تھیں۔

خدیجہ کو محمد ﷺ سے پیار ہو گیا، اور انہوں نے اپنی ایک دوست نفیسہ کا مشورہ لیا۔ نفیسہ محمد ﷺ کے پاس آئی اور ان سے پوچھا کہ انہوں نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟

انہوں نے جواب دیا، میرے پاس شادی کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

انہوں نے کہا، لیکن اگر آپ کو اسباب عطا کر دیئے جاتے، اور اگر آپ کو کسی ایسے بندھن کی طرف دعوت دی جاتی جہاں خوبصورتی، دولت، شرافت، اور کثرت ہوتی ہے تو کیا آپ رضامندی نہیں کریں گے؟

وہ کون ہے؟ انہوں نے جوش و خروش سے استفسار کیا۔

خدیجہ رضی اللہ عنہما، نفیسہ نے کہا۔

اور ان کی شادی ایسے میرے ساتھ کیسے ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا

یہ مجھ پر چھوڑ دیں !نفیسہ نے کہا۔

محمد ﷺ نے کہا، میں اپنی طرف سے تیار ہوں۔

یہ محمد ﷺ کے ساتھ بھی محبت کی شادی تھی، اور جب تک خدیجہ رضی اللہ عنہما زندہ رہے ان کی کوئی دوسری بیوی نہیں تھیں۔

کارلائل نے لکھا :ایسا لگتا ہے کہ وہ اس شادی شدہ زندگی میں فائدہ اٹھانے کے ساتھ انتہائی پیار، پر امن، پُر خلوص انداز میں زندگی گزار رہے تھے۔ اسے واقعتاً پیار کرنا، اور صرف ان سے۔ اس وقت تک، وہ اس مکمل طور پر نا قابل تصور، مکمل طور پر پر سکون اور عام طور پر رہتے تھے۔ اس کی تمام تر بے ضابطگیاں اس کے پچاسواں سال کے بعد کی ہیں، جب خدیجہ رضی اللہ عنہما کا انتقال ہو گیا۔

بظاہر ان کی ساری خواہشات ایماندارانہ زندگی گزارنے کے لئے رہی تھی۔ ان کی شہرت، پڑوسیوں کی محض اچھی رائے جو اسے جانتے تھے، اب تک کافی تھے۔ اس وقت تک نہیں جب تک کہ وہ پہلے سے بزرگ ہو چکے تھے، ان کی زندگی کی سحر انگیز گرمی ختم ہو گئی، اور اس دنیا کو ملنے والی سب سے بڑی چیز امن کی حیثیت سے بڑھتی جا رہی تھی، کیا انہوں نے اپنے عالیٰ نظر مستقبل کا آغاز کیا تھا، اور انہوں نے اپنے تمام ماضی کے کردار کو ثابت کیا تھا اور انہوں نے ایسا کچھ عارضی حاصل نہیں کیا تھا جس سے وہ وقتی طور پہ لطف اندوز ہو سکتے !میرے حصے کا، مجھے اس میں کچھ بھی نہیں چاہئے۔ وہ پچیس سال تک خدیجہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ سچے اور وفادار رہے یہاں تک کہ وہ پچاس سال سے زیادہ عمر کے تھے اور خدیجہ رضی اللہ عنہما ساٹھ سال سے زیادہ عمر میں تھیں، جب ان کا سن 619 عیسوی میں انتقال ہوا۔

کافی عرصہ بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما، ان کی پسندیدہ نوجوان بیوی، جو کہ ایک ایسی عورت تھیں جنہوں نے اپنی طویل زندگی کے دوران ہر طرح کی عمدہ خصوصیات سے خود کو ممتاز کیا، انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا، اب میں خدیجہ سے بہتر نہیں ہوں؟ وہ بیوہ، بوڑھی اور اپنی نظر کھو چکی تھیں : آپ مجھے ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟ نہیں، اللہ کی قسم !حضور محمد ﷺ نے جواب دیا : نہیں، اللہ کی قسم !وہ مجھ پر تب ایمان لائیں جب کوئی دوسرا نہیں تھا۔ پوری دنیا میں، میرے پاس صرف ایک دوست تھا اور وہی تھیں !۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے ایک بار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہا، میں نے کبھی بھی کسی عورت سے اتنا حسد نہیں کیا تھا جتنا میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہما سے کیا تھا، حالانکہ نبی ﷺ کی مجھ سے شادی کرنے سے تین سال قبل ہی ان کی وفات ہوئی تھی، اور یہ اس وجہ سے تھا کہ انکے رب نے انہیں خوشخبری سنانے کا حکم دیا تھا کہ ان کی جگہ جنت میں ہو گی۔

عائشہ رضی اللہ عنہما

سن 622 عیسوی میں، پیغمبر ﷺ مکہ سے ایک نیا نظریاتی بنیاد پر قائم معاشرہ تشکیل دینے کے لئے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ وہ اپنے کچھ قریبی ساتھیوں کے ساتھ شادی کر کے جڑنے کے خواہشمند تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے مدینہ منورہ جانے کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہما سے شادی کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، جو اپنی وفات کے بعد نبی ﷺ کی جانشین ہوئے۔ اس پر تنازعہ موجود ہے کہ شادی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی عمر کتنی تھی۔ وہ چھ سے نو سال کی عمر کے درمیان تھیں۔ یہ معلومات صرف

ایک حدیث پر مبنی ہیں۔ حالات وواقعات اور ثبوت ان کی شادی کے وقت ان کی کم عمری کے بارے میں عام طور پر رکھے جانے والے نظریہ کی حمایت نہیں کرتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے جنگ بدر (624) اور جنگ احد (625) میں حصہ لیا۔ اگر عائشہ کی عمر 622 میں نو سال تھی تو وہ گیارہ سال کی تھیں جب جنگ بدر کا مقابلہ ہوا۔

عرب خواتین نے معمول کے مطابق لڑائیوں میں حصہ لیا، اور ان کے فرائض مردہ اور زخمیوں کو اٹھانے کے تھے، اپنے زخموں کا علاج کرنا، بکریوں کی کھالوں میں پانی لانا، گولہ بارود کی فراہمی، اور یہاں تک کہ تلوار بھی اٹھانا۔ کسی گیارہ سالہ بچے سے توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ میدان جنگ میں جان لیوا خطرے کی صورت میں اس طرح کے مشکل کام انجام دیں گے جہاں ہاتھوں سے لڑنے کا کام جاری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے وقت، بہت سی دوسری خبروں میں عائشہ کی عمر پندرہ سے انیس سال تک موجود ہے۔ مریم فرانسوا ائس سیرہ کا اگلا مضمون برطانوی اخبار دی گارڈین میں 17 ستمبر 2012 کو شائع ہوا تھا۔

قرآن کہتا ہے کہ نکاح صرف بالغ افراد کی رضامندی کے درمیان ہی درست ہے اور یہ کہ عورت کو اپنے شریک حیات کا انتخاب کرنے کا حق ہے۔ مشرقی عالم دین، ڈبلیو مونٹگمری واٹ نے، اسلام کے پیغمبر، حضرت محمد ﷺ کے بارے میں لکھا ہے: دنیا کے تمام بڑے انسانوں میں سے، حضرت محمد ﷺ سے زیادہ کسی کو بدنام نہیں کیا گیا۔ ان کا یہ بیان اسلاموفوبک فلم انوسینس آف مسلمانوں کی روشنی میں اور زیادہ پرجوش معلوم ہوتا ہے، جس نے یمن سے لیبیا تک ہنگامہ برپا کیا ہے اور جس میں دیگر الزامات کی طرح، محمد ﷺ کو پیڈوفائل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ دعوی اسلام کے ناقدین کے درمیان بار بار چلتا ہے لہذا اس کی بنیاد باریکی سے جانچ پڑتال کی مستحق ہے۔ ناقدین نے الزام عائد کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا محض چھ سال کی تھی جب ان کی شادی پچاس سال کی عمر میں حضرت محمد ﷺ سے ہوئی تھی، اور صرف نو سال تھی جب شادی ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ بات خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ایک قول پر مبنی ہے (صحیح البخاری جلد 5، کتاب 58، حدیث نمبر 234) اور اس مسئلے پر بحث اس حقیقت کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہے کہ کچھ مسلمان اس کو تاریخی اعتبار سے درست محاسبہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ زیادہ تر مسلمان اپنی نو سالہ بیٹیوں سے نکاح کرنے پر غور نہیں کریں گے، لیکن جو لوگ اس قول کو قبول کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ چونکہ قرآن مجید کے مطابق یہ شادی باطل ہے جب تک کہ بالغوں کی رضامندی سے اس کو داخل نہیں کیا جاتا، لہذا عائشہ رضی اللہ عنہا کو جلد ہی بلوغت میں داخل ہونا چاہئے۔ انہوں نے بتایا کہ ساتویں صدی کے عرب میں جوانی کو بلوغت کے آغاز سے تعبیر کیا گیا تھا۔ (یہ بات حقیقت میں ہے اور یورپ میں بھی یہی تھی: محمد ﷺ کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے پانچ صدیوں بعد، انگلینڈ کے 33 سالہ شاہ جان نے فرانس کے انگولیم کے 12 سالہ اسابیلا سے شادی کی۔) دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کی بہت سی تنقیدیں محمد ﷺ، جو اس وقت اپنے مخالفین کے ذریعہ بنایا گیا تھا، کسی نے بھی شادی میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر توجہ نہیں دی۔ اس نقطہ نظر کے مطابق، عائشہ رضی اللہ عنہا جوان ہو سکتی تھیں، لیکن وہ اس وقت کے معمول سے چھوٹی نہیں تھیں۔

دوسرے مسلمان اس خیال پر شک کرتے ہیں کہ شادی کے وقت عائشہ چھ سال کی تھیں، ان مورخین کا حوالہ دیتے ہوئے جنہوں نے کہا ہے کہ عائشہ کی عمر کی ساکھ پر سوال اٹھائے گئے ہیں۔ ایسے معاشرے میں جہاں پیدائش کی رجسٹری نہ ہو اور جہاں لوگ سالگرہ نہیں مناتے تھے، زیادہ تر لوگوں نے اپنی عمر اور دوسروں کی عمر کا اندازہ لگایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہما اس سے مختلف نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ، عائشہ رضی اللہ عنہما نے محمد سے شادی کرنے سے پہلے کسی اور سے منگنی کرلی تھی، اس سے یہ تجویز کیا گیا تھا کہ وہ معاشرے کے معیار کے مطابق شادی پر غور کرنے کے لئے کافی پختہ ہو چکی تھیں۔ اس طرح یہ تسلیم کرنا مشکل لگتا ہے۔

نیز، کچھ جدید مسلم اسکالرز نے حال ہی میں ان اقوال کی صداقت پر شک کیا ہے، یا حدیث، حضرت عائشہ کی جوانی کی بات پر زور دیتے ہیں۔ اسلام میں، حدیث ادب (نبی ﷺ کے اقوال) کو قرآن کریم کا ثانوی خیال مانا جاتا ہے۔ اگرچہ قرآن کو خدا کا زبانی کلمہ سمجھا جاتا ہے، لیکن احادیث کو وقت کے ساتھ ساتھ سخت لیکن ناقابل عمل طریقہ کار کے ذریعہ منتقل کیا گیا تھا۔ شادی کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہما کی عمر کے تمام معروف اکاؤنٹس اور ریکارڈ لینا، ان کی عمر کا تخمینہ نو سے انیس تک ہے۔ اس کی وجہ سے، یہ جاننا ناممکن ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہما کی عمر کتنی تھی۔ ہم کیا جانتے ہیں کہ شادی کے بارے میں قرآن کا کیا کہنا ہے: یہ صرف بالغوں کی رضامندی کے درمیان ہی جائز ہے اور یہ کہ عورت کو اپنے شریک حیات کا انتخاب کرنے کا حق ہے۔ اسلام کے زندہ مجسم کی حیثیت سے، محمد ﷺ کے اعمال شادی سے متعلق قرآن کی تعلیمات کی عکاسی کرتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کچھ مسلم حکومتوں اور افراد کے اعمال بھی اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔

بہت سے ممالک میں، چھوٹی لڑکیوں کی شادی کی ترغیب دینے والے معاشی طور پر مضبوط ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، وہ سیاسی ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران اور سعودی عرب دونوں نے عائشہ رضی اللہ عنہما کی عمر سے متعلق اس ضوابط کو نکاح کی قانونی عمر کو کم کرنے کے جواز کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی ہے، ہمیں ان حکومتوں کی سرپرستی اور جابرانہ نوعیت کے بارے میں ایک بہت بڑی بات بتاتی ہے اور محمد ﷺ یا اسلام کی اس کی بنیادی نوعیت کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جو لوگ ان حقیقت پسندانہ تشریحات کو اسلام کے بارے میں اپنے متنازعہ نظریہ سے اتفاق کرتے ہوئے نقصان دیتے ہیں ان کی طاقت ان مسلمانوں کی مدد نہیں کرتی ہے جو ان بدعنوانیوں کو چیلنج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہما سے محمد ﷺ کی شادی کا اسلاموفوبک نقشہ غلط خواہشات سے متاثر ہو کر محمد ﷺ کو ایک مخیر کی حیثیت سے وسیع پیمانے پر اورینٹلسٹ عکاسی کے ساتھ موزوں کرتا ہے۔ یہ خیال صلیبی جنگوں کا ہے۔ تعلیمی کیسیا علی کے مطابق: ہوس اور جذباتیت کے الزامات پیغمبر ﷺ کے کردار پر قرون وسطی کے حملوں اور اسلام کی صداقت پر توسیع کی ایک باقاعدہ خصوصیت تھے۔

چونکہ ابتدائی عیسائیوں نے مسیح ؑ کو برہم وفضیلت کا نمونہ قرار دیا تھا، لہذا محمد — ﷺ جنہوں نے کئی بار شادی کی تھی - انہیں سمجھا جاتا تھا کہ وہ گناہ کی ہوس سے متاثر ہوئے تھے (نعوذ باللہ)۔ اس تصویر میں اس حقیقت کو نظر انداز کیا گیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے شادی سے قبل، محمد ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہما سے شادی کی تھی، جو ایک طاقتور کاروباری عورت تھی، جو کہ ان سے 15 سال بڑی تھیں۔ جب ان کی

وفات ہوئی تو وہ پریشان تھے اور دوستوں نے انہیں دوبارہ شادی کرنے کی ترغیب دی۔ ایک خاتون جاننے والے نے مشورہ دیا کہ انہیں ایک روشن اور شاندار کردار کی حامل عائشہ رضی اللہ عنہما سے شادی کرنی چاہئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بندھن نے ان کے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ محمد ﷺ کی دیرینہ دوستی کا بھی ثبوت دیا ہوگا۔ جیسا کہ عرب میں رواج تھا (اور آج بھی دنیا کے کچھ حصوں میں ہے)، شادی عام طور پر ایک معاشرتی اور سیاسی کام کرتی تھی۔ قبائل کو متحد کرنے، جھگڑوں کو حل کرنے، بیواؤں اور یتیموں کی دیکھ بھال کرنے اور عام طور پر حدود میں تقویت کو مضبوط بنانے کا مستحکم اور سیاسی ماحول بدل رہا تھا۔ محمد ﷺ کی شادی شدہ خواتین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ سب بیوہ تھیں۔ نبی ﷺ کی شادیوں کو ان حساب سے ہٹ کر سمجھنا گہری حد تک تاریخی ہے۔

ان ریکارڈوں پر جو بات واضح ہے وہ یہ ہے کہ محمد ﷺ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے مابین ایک محبت اور مساوات کا رشتہ تھا، جس نے قرآن مجید کے ذریعہ باہمت، نرمی اور احترام کا معیار طے کیا۔ ان کے رشتے کے بارے میں بصیرت، جیسے حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ہی کپ میں پینا یا ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرنا پسند کرتے ہیں، یہ اس گہرے تعلق کی نشاندہی کرتا ہے جو ان کے رشتے کے بارے کسی غلط بیانی کو ظاہر کرتا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہما کو کسی مظلوم کی حیثیت سے رنگ لینا ان کی شخصیت سے متصادم ہے۔ وہ یقینی طور پر کوئی خاموش طبیعت نہیں تھیں۔ مسلم تاریخ کی ایک متنازعہ جنگ میں اونٹوں کی لڑائی کے دوران، وہ فوجیوں کی رہنمائی کرنے کے لئے ایک اونٹ پر سوار ہو کر آگے بڑھیں۔ وہ اپنے پرجوش مزاج اور طنز و مزاح کے لئے جانی جاتی تھیں۔ حضرت محمد ﷺ بعض اوقات ان کے مزاح کی زد میں ہوتے تھے۔ اپنی زندگی کے دوران، انہوں نے مسلمانوں کو حضور ﷺ کی غیر موجودگی میں صلاح مشورے دیے۔ ان کی وفات کے بعد، وہ اپنے دور کی سب سے عالم اور ممتاز اسکالر بن گئیں۔

ایک ریاستی خاتون، اسکالر، مفتی، اور جج، عائشہ رضی اللہ عنہما نے روحانیت، سرگرمی اور علم کو یکجا کیا، اور آج بھی بہت سی مسلم خواتین کے لئے ایک رول ماڈل بنی ہوئی ہے۔ ان کی حقیقی میراث اور اسلاموفوبک مواد میں ان کی عکاسی کے مابین خلیج محض تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ یہ ایک سرخیل عورت کی توہین ہے۔

جو لوگ نوجوان لڑکیوں کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا جواز پیش کرنے کے لئے اس کی کہانی میں ہیرا پھیری کرتے ہیں، اور جو لوگ اس طرح کی زیادتی کو جائز قرار دیتے ہوئے ایک مذہب کے طور پر اسلام کو پیش کرنے کے لئے جوڑ توڑ کرتے ہیں ان کے خیال میں اس سے کہیں زیادہ مشترک ہے۔ دونوں اس بات کو نظر انداز کرتے ہیں کہ ہم اس دور کے بارے میں جانتے ہیں جن میں محمد ﷺ رہتے تھے، اور خواتین کی خود مختاری کی توثیق کے لئے، جس کی کہانی ان کی مثال پیش کرتی ہے۔

اسلام میں تعاون

عائشہ رضی اللہ عنہما کا اعلی شوق اور اسلام میں عظیم شراکت کی وجہ سے ان کے شوہر اور مسلم کمیونٹی نے ان کا بہت احترام کیا۔ نبی ﷺ کے اقوال و روایات کا ایک بڑا حصہ ان کے پہلے بیان اور تشریحات سے ریکارڈ کیا گیا تھا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اڑتالیس سال زندہ رہی اور بعد کی نسلوں کو تعلیم دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

زید رضی اللہ عنہ اور زینب رضی اللہ عنہما کے درمیان شادی

محمد ﷺ کی رسالت کی دعوت سے کئی سال قبل، ان کی اہلیہ خدیجہ رضی اللہ عنہما نے ان کو عرب کے قبیلے بنو کلب کا ایک نوجوان غلام حضرت زید بن حارثہ پیش کیے۔ متعدد قبائلی جنگوں میں سے ایک میں انہیں بچپن میں ہی اسیر کر لیا گیا اور پھر انہیں مکہ میں غلامی میں فروخت کر دیا گیا۔ جیسے ہی وہ اس لڑکے کے مالک بنے، نبی ﷺ نے انہوں نے آزاد کیا اور کچھ ہی دیر میں ان کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں زید رضی اللہ عنہ پہلوں میں شامل تھے۔ برسوں بعد، غلاموں کے خلاف قدیم عربی تعصب کو توڑنے کی خواہش اور آزاد ہونے والی عورت سے آزاد ہونے والے مرد سے متعلق احکامات سے متاثر ہو کر پیغمبر ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو زینب بنت جحش سے شادی پر راضی کیا۔ وہ بن بتائے، بچپن سے ہی محمد ﷺ سے محبت کرتی تھیں۔ زینب رضی اللہ عنہ اور ان کے لواحقین نے نبی ﷺ کے قریش خاندان کے اعلی نسب کی بنا پر اس شادی کی تجویز کو مسترد کر دیا۔

پیغمبر کے اصرار پر، وہ نبی ﷺ کے اختیار کے احترام میں، بڑی ہچکچاہٹ کے ساتھ مجوزہ شادی پر رضامند ہو گئیں۔ زید رضی اللہ عنہ بھی اس بندھن میں قطعاً گہری دلچسپی نہیں رکھتے تھے - انہوں نے پہلے ہی خوشی خوشی ایک اور آزاد غلام، ام ایمن سے شادی کر لی تھی، جو اس کے بیٹے اسامہ کی والدہ تھی۔ یہ تعجب کی بات نہیں تھی کہ اس شادی سے زینب یا زید دونوں میں خوشی نہیں آئی۔

محمد ﷺ اور زینب رضی اللہ عنہما کے درمیان شادی

طلاق کے فوراً بعد، پیغمبر نے تین وجوہات کی بنا پر زینب رضی اللہ عنہما سے شادی کی۔ (1) ان کی ماضی کی خوشی لوٹاتے ہوئے اسے اپنی اخلاقی فرض سمجھتے ہوئے۔ (2) یہ ظاہر کرنا کہ سابقہ غلام کی طلاق شدہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی اور اس طرح مومنوں کی ماں بننے کے لائق تھیں۔ (3) یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ گود لینے والا رشتہ اس کے ساتھ شادی بیاہ میں کوئی پابندی نہیں رکھتا، خدائی مقصد یہ ہے کہ وہ اسے اپنے گود لینے والے بیٹے کی سابقہ بیوی سے نکاح کر دے۔ کافر عربوں کے خیال کے برخلاف، شادی پر پابندی صرف حیاتیاتی والدین اور بچوں کے تعلقات پر لاگو ہوتی ہے۔ انہوں نے دینی قانون کے ایک نقطہ کی مثال کے ساتھ نبی ﷺ کو اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہوئے اس کی تکمیل کے لئے زینب رضی اللہ عنہما سے شادی کی۔

خود بنائے بمقابلہ خون کے رشتے

اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا بنایا ہے، یہ تمہارے منہ کی بات ہے، اور اللہ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتاتا ہے۔ انہیں ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارو اللہ کے ہاں یہی پورا انصاف ہے، سو اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں، اور تمہیں اس میں بھول چوک ہو جائے تو تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن وہ جو تم دل کے ارادہ سے کرو، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (33:4-5)

یہاں یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں جو تم کہتے ہو، انسانی تعلقات کی حقیقت کے مطابق نہیں ہیں۔ حیاتیاتی بیٹوں پر بھی نکاح کی پابندیاں اور اسی طرح بیٹیوں پر بھی۔ والدین اور بچے کا حیاتیاتی رشتہ تمام انسان دوست معاشرتی تعلقات سے ممتاز ہے جیسے شوہر اور بیوی، یا رضاعی والدین اور گود لینے والے بچے کی طرح۔ گود لینے والے بچوں کو ان کے والد کے نام سے پکار کر، آپ یہ واضح کر دیتے ہیں کہ آپ کا رشتہ ایک گود لینے والا ہے اور یہ تاثر پیدا نہیں کرنا کہ وہ آپ کے حیاتیاتی بچے ہیں، اس طرح ان کی اصل شناخت کو محفوظ بنائیں۔ تاہم، بچے کے والدین سے منسوب ہونے میں غلطی کرتے ہوئے، یا اس کو یا اس کو میرے بیٹے یا میری بیٹی کہہ کر، آپ کو کوئی خطا نہیں ہوتا ہے۔

خدائی سرزنش

اور جب تو نے اس شخص سے کہا جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا کہ اپنی بیوی (زینب) کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں ایک چیز چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا، حالانکہ اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ تو اس سے ڈرے، پھر جب زید اس سے حاجت پوری کر چکا تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی گناہ نہ ہو جب کہ وہ ان سے حاجت پوری کر لیں، اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے۔ (33:37)

مذکورہ بالا حصے سے مراد زید ابن حارثہ ہیں، جن پر خدا نے ابتدائی مومنین میں شامل ہونے کا احسان کیا تھا اور جن کو نبی ﷺ نے بیٹے کی حیثیت سے اپنا کر اپنا احسان کیا تھا۔ نبی ﷺ کو تشویش تھی کہ اس شادی کے ٹوٹ جانے سے ان کے نقادوں پر ان کے فیصلے پر سوال اٹھنے کا موقع ملے گا، چونکہ پیغمبر ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ اور زینب رضی اللہ عنہا کے درمیان شادی کروائی تھی، اور انہوں نے اس کی اتنی سختی سے تاکید کی تھی۔ متعدد مواقع پر، زید رضی اللہ عنہ اپنی نئی بیوی سے طلاق لینے ہی والے تھے، جس نے زید سے ناپسندیدگی کی کوئی خاص وجہ نہ بتائی تھی۔ ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر سے استقامت کے لئے راضی کیا اور کہا کہ علیحدگی نہ کریں۔ آخر میں، شادی چل نہ سکی اور زید رضی اللہ عنہ نے 5 ہجری میں زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ مذکورہ آیت سے مراد ہے کیوں کہ آپ لوگوں کو [کیا]

سوچ سکتے ہیں کے خوف سے کھڑے تھے۔ حالانکہ یہ تنہا خدا ہی تھا جس سے آپ کو خوف تھا۔ اور [اس طرح] کیا آپ اپنے اندر کوئی ایسی چیز چھپائیں گے جس کو خدا نے منظر عام پر آنے والا ہے کہ زینب کو نبی ﷺ سے شادی کرنی چاہئے۔

اس خدائی سرزنش کا حوالہ دیتے ہوئے (جو اس الزام کو مسترد کرتا ہے کہ قرآن کو محمد ﷺ نے بنایا ہے)، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے معتبر طور پر نقل کیا ہے کہ، اگر خدا کا رسول اس پر وحی کی گئی کسی چیز کو چھپانے پہ قادر ہوتا تو وہ ضرور اس آیت کو دبا لیتے۔

نبی پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے، جیسا کہ اللہ کا پہلے لوگوں میں دستور تھا، اور اللہ کا کام اندازے پر مقرر کیا ہوا ہے۔ جو لوگ اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور اللہ سے ڈرتے رہے اور اللہ کے سوا اور کسی سے نہ ڈرتے، اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے۔(33:38–39)

تمام انبیاء اپنی مرضی کے مطابق، خدا کی مرضی کے مطابق اپنے آپ کو، تقدیر مطلق کے طور پر خود کے اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔

رسول ﷺ کی دوسری بیویاں

نبی ﷺ کی زیادہ تر بیویاں بیوہ تھیں یا طلاق یافتہ تھیں اور انہیں مدد کی ضرورت تھی۔ ان میں سے کچھ خواتین کا تعلق دوسرے قبیلوں کے سرداروں سے تھا جو ان کے حلیف بن گئے۔ انہوں نے بین قبائلی، نسلی اور باہمی شادیوں کی راہ میں رکاوٹ بھی توڑ دی۔ محمد ﷺ کی دو یہودی بیویاں تھیں، ایک عیسائی، اور ایک کالی عورت ان کی بیوی تھیں۔ محرکات سے قطع نظر، نبی اکرم ﷺ کی شادیوں کی یہ حقیقت واضح نہیں کرنی چاہئے کہ وہ اپنی بیویوں کی صحبت سے لطف اندوز ہوئے۔ اس سے انکار کرنا شادی اور جنسیت کے اسلامی نقطہ نظر کے منافی ہے، جو کنبہ کی اہمیت پر زور دیتا ہے اور جنسی تعلقات کو شادی کے بندھن میں لطف اندوز ہونے کے لئے خدا کی طرف سے ایک تحفہ کے طور پر دیکھتا ہے۔

معیار زندگی

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک بختوں کے لیے بڑا اجر تیار کیا ہے۔(33:28–29)

اس وحی کے فوراً بعد، نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کو مندرجہ بالا دو آیات سنائیں۔ ہر ایک نے زبردستی سے علیحدگی کے تمام افکار کو مسترد کر دیا، اور اعلان کیا کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسول اور آخرت کی بھلائی کا انتخاب کیا ہے۔

مذکورہ آیات کے نازل ہونے تک، مسلمانوں نے خیبر کے بھرپور زرعی خطے پر فتح حاصل کرلی تھی، اور یہ جماعت مزید خوشحال ہوگئی تھی۔ لیکن جب اس کے بیشتر ممبروں کے لئے زندگی آسان تر ہوتی جارہی تھی، لیکن یہ آسانی نبی کریم ﷺ کے گھرانے میں بھی ظاہر نہیں ہوتی تھی، جو خود کو اور اپنے اہل وعیال کو صرف معمولی زندگی گزارنے کے لئے کم سے کم ضروری اجازت دیتے رہے۔ بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر، یہ قدرتی بات نہیں تھی کہ ان کی بیویاں ان آسائشوں میں حصہ لینے کی آرزو میں تھیں جو اب دوسری مسلمان خواتین لطف اندوز ہوسکتی ہیں۔ محمد ﷺ کے ذریعہ ان کی مانگ کو قبول کرنا ان کے تاحیات اصول سے متصادم ہوگا کہ خدا کے رسول اور اس کے اہل خانہ کا معیار زندگی مومنوں کے غریب ترین لوگوں سے نہیں ہونا چاہئے۔ یہ رضاکارانہ غربت تھی کیونکہ اس سلسلے میں قرآنی احکامات نہیں ہیں۔ جب ان کی بیویاں پیسوں پر بحث کررہی تھیں، پیغمبر ﷺ نے دھمکی دی کہ ان سب کو طلاق دے دیں جب تک کہ وہ زیادہ مبہوت طریقے سے زندگی بسر نہ کریں۔

نبی ﷺ کی بیویوں کے لئے اخلاقی معیار

گناہوں کی دوہری سزا

اے نبی کی بیویو !تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بدکاری کرے تو اسے دگنا عذاب دیا جائے گا، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

نیک کاموں کے لئے دوہرا انعام

اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اسے اس کا دہرا اجر دیں گے، اور ہم نے اس کے لیے عزت کا رزق بھی تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو !تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرتی رہو۔

بات چیت میں ضرورت سے زیادہ نرم نہ ہوں

اور دبی زبان سے بات نہ کہو کیونکہ جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرے گا اور بات معقول کہو۔

اپنے بناؤ سنگھار کو ختم کریں

اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور گزشتہ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو، اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اس گھر والو تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتیں ہیں انہیں یاد رکھو، بے شک اللہ رازدان خبردار ہے۔(33:30-34)

اصطلاح جاہلیہ محمد ﷺ کی آمد سے قبل اسلام سے پہلے کی اخلاقی لاعلمی کے دور کی نشاندہی کرتی ہے۔اس اصطلاح میں اخلاقی لاعلمی یا بے ہوشی کی حالت کو اپنے عمومی معنوں میں بیان کیا جاتا ہے، قطع نظر وقت اور معاشرتی ماحول سے۔(یہ بھی دیکھیں5:50 ۔)

صرف نبی ﷺ کی بیویوں کے لئے حجاب

اور جب نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو،اس میں تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی ہے،اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ تم آپ کی بیویوں سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو،بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ تو بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔(33:53–55)

ازدواجی قوانین رسول ﷺ کے لئے خصوصی

ذیل میں گفتگو ازدواجی قوانین کی وضاحت کرتی ہے جو صرف نبی ﷺ پر لاگو ہوتے ہیں نہ کہ دوسرے مومنوں پر۔

کزنز سے شادی جو آپ کے ساتھ ہجرت کر گئے

اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کے خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی(33:50)

تمام مسلمان اپنے کسی بھی والد یا ماموں زاد بھائی سے شادی کرنے کے لئے آزاد ہیں۔پیغمبر ﷺ کو صرف ان لوگوں سے شادی کی اجازت دی گئی تھی جنہوں نے مکہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے (ہجرت) اپنے خروج کے وقت اس کے ساتھ اسلام کے ساتھ اپنی مضبوط اور ابتدائی منسلکیت ثابت کی تھی۔
عربی کے قدیم استعمال کے مطابق، آپ کے پھوپھی اور خالہ کی بہنوں کی اصطلاح میں نہ صرف پھوپھی زاد بھائی بلکہ قریش قبیلے کی تمام خواتین شامل ہیں، جن سے محمد ﷺ کے والد کا تعلق تھا۔

اصطلاح آپ کے ماموں اور چچیوں کی بیٹیاں ان کی والدہ کے قبیلے کی تمام خواتین بنو ظہرہ پر مشتمل ہیں۔

جہیز سے چھوٹ

اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دے دے بشر طیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہے، یہ خالص آپ کے لیے ہے نہ کہ اور مسلمانوں کے لیے، ہمیں معلوم ہے جو کچھ ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیا ہے تاکہ آپ پر کوئی دقت نہ رہے، اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔(33:50)

متعلقہ شق اگر وہ خود کو بطور تحفہ پیش کرتی ہیں بغیر کسی حق مہر کے لئے یا اس کا مطالبہ کیے، جو عام مسلمانوں کے لئے نکاح کے معاہدے میں ایک لازمی چیز ہے۔

ازدواجی توجہ کی ضرورت نہیں

آپ ان میں سے جسے چاہیں چھوڑ دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں، اور ان میں سے جسے آپ (پھر بلانا) چاہیں جنہیں آپ نے علیحدہ کر دیا تھا تو آپ پر کوئی گناہ نہیں، یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غمزدہ نہ ہوں اور ان سب کو جو آپ دیں اس پر راضی ہوں، اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ جانتا ہے، اور اللہ جاننے والا بردبار ہے۔(33:51)

نبی ﷺ کو بتایا گیا تھا کہ انھیں اپنی بیویوں کی وجہ سے اجتماعی دھیان میں سخت گردش دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ وہ پیدائشی طور پر نزاکت کے جذبے سے متاثر ہوئے اور انہیں ہمیشہ مساوات کا احساس دلانے کی کوشش کی۔ جب بھی وہ ان میں سے کسی کی طرف رجوع کرتے، تو انہوں نے حقیقی پیار میں ایسا کیا اور ازدواجی فریضہ کے احساس میں نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اتباع کے بارے میں ایک حدیث کے مطابق، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی توجہ کو اپنی بیویوں میں برابر تقسیم کرتے تھے اور پھر دعا کرتے تھے، اے خدا ! میں جو کچھ بھی میری طاقت میں ہے وہ کر رہا ہوں :تب مجھے کسی ایسی چیز میں ناکام ہونے کا الزام نہ لگائیں جو صرف اور صرف تیری طاقت میں ہے، میری ذات میں نہیں !۔

طلاق کی ممانعت

اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ آپ ان سے اور عورتیں تبدیل کریں اگرچہ آپ کو ان کا حسن پسند آئے مگر جو آپ کی مملوکہ ہوں، اور اللہ ہر ایک چیز پر نگران ہے۔ (33:52)

نبی ﷺ کو اجازت نہیں تھی کہ وہ اپنی بیویوں میں سے کسی کو اس کے عوض دوسری بیوی لینے کے لئے طلاق دے دیں۔ مذکورہ آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کو پہلے سے معاہدہ کرنے والوں تک محدود کرنے کے طور پر سمجھا جانا چاہئے (جن کے ساتھ آپ شادی کے

سلسلے میں آئے ہیں)۔ طلاق کی ممانعت کا مطلب یہ تھا کہ پیغمبر کی ازواج مطہرات کو ان کے ایمان اور دیانت کی دنیا میں خدا کا اجر قرار دیا گیا ہے۔ یہ سن 7ھ کا دن تھا جب خیبر کی فتح اور پیغمبر اکرم ﷺ کی صفیہ رضی اللہ عنہما سے آخری شادی ہوئی۔

نبی ﷺ کے ازدواجی مسائل

چھیاسٹھویں سورت، التحریم(ممانعت) کو کبھی کبھار سورہ رسول کے نام سے منسوب کیا گیا ہے، کیونکہ اس کا پہلا نصف حصہ ان کی ذاتی اور خاندانی زندگی کے کچھ پہلوؤں سے متعلق ہے۔

پیغمبر ﷺ کو نصیحت

اے نبی ! آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے اپنی قسموں کا توڑ دینا فرض کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا مالک ہے اور وہی سب کا جاننے والا حکمت والا ہے۔ (66:1–2)

ازدواجی زندگی کا ترک کرنا

یہاں حلف کے تحت ملاحظہ کریں، جہاں مخصوص حالات میں قسم کھائی جائے اور پھر اس پر کفارہ دیا جائے، لہذا مذکورہ بالا جملہ، خدا نے آپ کو توڑنے اور کفارہ کا حکم دیا ہے۔ اس کی وجہ سے کئی متضاد اطلاعات ہیں۔ نبی ﷺ کے ہم عصر لوگوں نے اس واقعے کے بہت سے مختلف قصے بیان کیے ہیں۔ ان تمام کہانیوں کا مرکزی موضوع نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج مطہرات میں باہمی حسد کا مظاہرہ ہے، جس کے نتیجے میں نبی ﷺ نے ازدواجی زندگی کو جذباتی اور وقتی طور پر ترک کر دیا ہے۔ مدنی دور کے دوسرے نصف حصے میں، نبی ﷺ نے حلف اٹھایا کہ ایک ماہ تک، وہ اپنی کسی بیوی سے جماع نہیں کریں گے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بار بار زور دیا گیا، نبی ﷺ صرف ایک انسان تھے، انسانی جذبات کے تابع تھے اور کبھی کبھار غلطی کا ذمہ دار ہوتا ہے جو اس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اور الہی وحی کے ذریعہ اس کی اصلاح کی گئی تھی۔

اس واقعے کے بارے میں قرآنی تصور کا بیان حیاتیاتی نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد اخلاقی سبق لانا تھا جو تمام انسانی حالات پر لاگو ہوتا ہے۔

خفیہ معلومات کو ظاہر کرنا

اور جب نبی نے چھپا کر اپنی کسی بیوی سے ایک بات کہہ دی، اور پھر جب اس بیوی نے وہ بات بتادی اور اللہ نے اس کو نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اس میں سے کچھ بات جتلا دی اور کچھ ٹال دی، پس جب پیغمبر نے اس کو وہ بات جتلا دی تو بولی آپ کو کس نے یہ بات بتادی، آپ نے فرمایا مجھے خدائے علیم وخبیر نے یہ بات بتلائی (66:3)۔

توبہ طلب کرو

اگر تم دونوں اللہ کی جناب میں توبہ کرو تو (بہتر) ورنہ تمہارے دل تو مائل ہو ہی چکے ہیں، اور اگر تم آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو بے شک اللہ آپ کا مدد گار ہے اور جبرائیل اور نیک بخت ایمان والے بھی، اور سب فرشتے اس کے بعد آپ کے حامی ہیں (66:4)۔

نبی ﷺ کو وحی کے ذریعہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں سے خفیہ معلومات کے انحراف کے بارے میں بات کریں۔ انہوں نے پوچھا، آپ کو یہ بات کس نے بتائی ہے؟ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا اعتماد توڑ دیا ہے۔ مذکورہ آیت میں آپ دونوں سے مراد حفصہ رضی اللہ عنہا ہے، جن سے پیغمبر ﷺ کے اعتماد کے بارے غلطی ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، جنہوں نے سن کر اس کے بڑھاوے میں حصے دار بنیں۔

نبی ﷺ کی بیویوں کو انتباہ

اگر نبی تمیں طلاق دے دے تو بہت جلد اس کا رب اس کے بدلے میں تم سے اچھی بیویاں دے دے گا، فرمانبردار، ایمان والیاں، نمازی، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ دار، بیوائیں اور کنواریاں (66:5)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ایک (عائشہ رضی اللہ عنہا) کنواری تھی جب انہوں نے ان سے شادی کی، ایک (زینب بنت جحش) کی طلاق ہوگئی، جبکہ دوسری بیوہ تھیں۔ پیغمبر نے اپنی کسی بھی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی، اور اس عبارت کی فرضی قیاس آرائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا مطلب نبی ﷺ کی بیویوں کو بالواسطہ نصیحت کرنا ہے، جن کو کبھی کبھار کوتاہیوں کے باوجود مذکورہ بالا خوبیوں کا مالک ہونا تھا۔ وسیع تناظر میں، یہ تمام مومنین، مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں انتباہ ہے۔

ایک جدید شوہر اور ایک فیمینسٹ

نبی ﷺ نے گھر کے کاموں میں بڑی مدد کی اور خود ہی اپنے کپڑے سیے۔ جب نبی کی اہلیہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ، نبی ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا، وہ اپنے اہلخانہ کے لئے کام کرتے تھے۔ وہ ایک قابل ذکر جدید شوہر تھے جو واقعی میں اپنی بیویوں کی صحبت سے لطف اندوز ہوتے تھے اور ان سے ان کا تعلق احترام اور تفہیم کے ساتھ کا تھا، اکثر ان کے مشوروں پر بھروسہ کرتے تھے۔ وہ اکثر ان میں سے ایک کو مہم میں ساتھ لے جانا پسند کرتے تھے اور ان سے مشورہ کرتے تھے اور ان کے مشورے کو سنجیدگی سے لیتے۔

محمد ﷺ نے اپنی اہلیہ کو عرب میں ایک غیر معمولی مقام عطا کیا۔ ان کے کچھ مرد ساتھی اپنی بیویوں کے ساتھ ان کی نرمی سے حیران ہوئے، جس طرح سے وہ ان کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کا جواب دیا۔
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، میری بیوی ایک بار اس کوشش میں آئی کہ وہ مجھے اس کام سے روکنے کی کوشش کرے جو میں نے کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جب میں نے اس کو جواب دیا کہ یہ اس کا کام نہیں ہے تو اس نے کہا، عمر !تم میں کتنی عجیب بات ہے !آپ نے کچھ بھی بتانے سے انکار کر دیا گیا، جب کہ آپ کی بیٹی حفصہ اپنے شوہر، خدا کے نبی ﷺ پر تنقید کر سکتی ہے اور اتنی سختی سے کہ وہ سارا دن پریشان رہتے ہیں۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے تصدیق کی اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بے شک باقی بیویاں اور میں ان پہ تنقید کرتی ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو متنبہ کیا کہ اس سے خدا کا عذاب اور ان کے نبی ﷺ کا غضب آجائے گا۔ وہ اپنی بیٹی کو چھوڑ کر عمر رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار، اور نبی کریم ﷺ کی ایک اور بیوی، ام سلامہ سے ملنے گئے۔ اسی سوال کے پوچھنے پر، ام سلمہ رضی اللہ عنھا نے جواب دیا، کتنی عجیب بات ہے، اے ابن خطاب !کیا آپ نبی ﷺ کے گھریلو معاملات میں بھی، ہر چیز میں دخل اندازی کرنے جا رہے ہیں؟ حضرت محمد ﷺ نے اپنی بیویوں کے خلاف کبھی بھی کسی قسم کا تشدد کا استعمال نہیں کیا، جو متعدد مواقع پر باہمی حسد کا اظہار کرتی تھیں اور ان پر تنقید کرتی تھیں۔

کیا بیوی کو پیٹنے کی اجازت ہے؟

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، پھر نیک عورتیں تابعدار ہوتی ہیں کہ مردوں کی غیر موجودگی میں اللہ کی مدد سے (ان کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں، اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا خطرہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور بستر میں انہیں جدا کر دو اور مارو، پھر اگر تمہارا کہا مان جائیں تو ان پر الزام لگانے کے لیے بہانے مت تلاش کرو، بے شک اللہ سب سے اوپر بڑا ہے۔(4:34)

اس تناظر میں، بیوی کی بیمار جان بوجھ کر، اس کے ازدواجی فرائض کی مستقل خلاف ورزی کا مرتکب ہوگی، جیسے فحش یا غیر مہذبانہ سلوک کے مجرم ہونے کی۔ عربی زبان میں اس آیت میں آپریٹو لفظ دربہ ہے۔ اس لفظ کے سیکڑوں استعمال ہیں جن میں واضح مثال قائم کرنے سے،

جماع کرنا، اور بہت سارے دوسرے مطلب بھی بنتے ہیں۔ دربہ کے معنی بھی ہیں غصے اور نظر انداز کرنا یا جدا ہونا اور علیحدگی، جو آیت کے تناظر میں مستقل ہے۔ اس آیت کے کچھ مترجمین، تمام مردوں نے، لفظ بیٹ یا ہٹ یا یہاں تک کہ لعنت کا استعمال لفظ درابہ کی نمائندگی کے لئے کیا ہے۔ لفظ درابہ کا ترجمہ قرآن کی کسی آیت میں ماریا مارنا یا ضرب دینا کے معنی میں نہیں کیا گیا ہے سوائے اس کے۔

عربی زبان کے اسکالرز کا کہنا ہے کہ درابہ کے معنی ان پر حملہ کرنے (عورتوں) کو نہیں لیا جا سکتا۔ راغیب اصفہانی اور الزمخشری اور ان لوگوں کی رائے ہے جو اسلام کو سمجھنے میں اچھی طرح سے ہم آہنگ ہیں۔

مذکورہ آیت میں شوہر کو یہ مشورہ ہے کہ پہلے اپنی بیوی کو نصیحت کریں، اور اگر وہ اس بے حیائی کو جاری رکھے تو اس کا بستر بانٹنا بند کر دیں اور بعد میں اسے علیحدگی اور طلاق کے امکان سے واضح طور پر متنبہ کریں۔ اگر وہ مناسب طرز عمل کی طرف لوٹتی ہے تو، آیت شوہر کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ معمول کی ازدواجی حیثیت پر واپس آئے اور اسے تکلیف پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔

اس حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مستند احادیث سے تقویت ملی ہے جس میں بعض بخاری اور مسلم بھی شامل ہیں : کیا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح پیٹ سکتا ہے اور شام کو اس کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہے ؟ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد ابن حنبل، اور دیگر میں یہ روایات ہیں کہ انہوں نے کسی بھی عورت کو پیٹنے سے منع کرتے ہوئے کہا، خدا کے نوکروں کو کبھی نہ مارو۔ پیغمبر نے اپنی بیوی کو پیٹنے کے خیال سے نفرت کی۔ کسی عورت کو مارنا بزدلانہ اور وحشیانہ عمل ہے۔ مہذب مرد اس طرح سے برتاؤ نہیں کرتے ہیں اس سے قطع نظر کہ بیوی نے کیا کیا ہے۔ کسی ایسی عورت کو طلاق دینا بہتر ہے جس پر آپ اعتماد نہیں کر سکتے ہیں تشدد کا سہارا نہ لیتے ہوئے۔